رسول کریم ﷺ

فی

قرآن عظیم

مرتبہ: پیرزادہ شمس الدّین

الفیصل
ناشران و تاجران کتب
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

Marfat.com

۲۹۷۶۹۹۲۱
م ۲۸۲ شمسا
۳۷۸۹۱

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

DATA ENTERED

بار اول مارچ ۱۹۹۴ء

محمد فیصل نے
زاہد بشیر پرنٹرز سے چھپوا کر شائع کی۔

قیمت -/60 روپے

Marfat.com

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۙ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ
وَرَسُوْلِہٖ وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ ۭ

ہم نے تجھے گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کا ادب کرو۔ (۴۸-۸، ۹)۔

Marfat.com

Marfat.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	تمہید: اہلِ اسلام کا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کے متعلق متضاد عقائد رکھ کر آپس میں جھگڑنا اور لڑائی کرنا۔	
۲	پہلا باب: کافروں کا رسولوں کو اپنے جیسے بشر سمجھ کر اُن پر ایمان نہ لانا بلکہ انھیں حقیر سمجھ کر پیغامِ الٰہی کو ہی جھٹلا دینا۔	۱۴
۳	دوسرا باب: عیسائیوں کا پہلے مشرکوں کی نقل کر کے حضرت عیسیٰؑ کا درجہ بڑھا کر اُنھیں اپنا خدا ٹھہرانا۔	۲۴
۴	تیسرا باب: حضرت مسیحؑ کی تعلیم اور غلو کرنے والے عیسائیوں کی تعلیم کا موازنہ	۳۴
۵	چوتھا باب: خدا تعالیٰ کے صفات اور حضرت مسیحؑ کے اوصاف کا موازنہ	۴۸
۶	پانچواں باب: مسلمانوں کا بھی عیسائیوں کی نقل کر کے حضرت مسیحؑ کا درجہ بڑھانا۔	۶۱
۷	چھٹا باب: مسلمانوں کا خود کشی باتوں میں حضرت مسیحؑ کو حضرت محمد صلعم پر فضیلت دینا۔	۶۶

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
٨	**ساتواں باب:** مسلمانوں کا عیسائیوں کی نقل کر کے حضرت محمدﷺ کا بھی درجہ بڑھانا۔	٧٠
٩	**آٹھواں باب:** اللہ تعالیٰ کے صفات اور حضرت محمدﷺ کے اوصاف کا موازنہ	٩٠
١٠	**نواں باب:** مقامِ رسولؐ	١٢٥

Marfat.com

پیش لفظ

(۱) مشرقی اور مغربی پاکستان، ہندوستان، سیلون، برہما، ملایا، چین، عدن، مصر، انگلینڈ، جنوبی، مشرقی اور مغربی افریقہ، زنجبار، ماریشس، مکہ معظمہ و مدینہ منورہ اور دیگر مختلف ممالک کی چالیس سالہ سیاحت کے بعد خاکسار اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ جناب رسالت مآب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے متعلق مسلمانوں میں بہت سے متضاد اختلافات اور عقائد پائے جاتے ہیں۔ جن کے باعث وہ عام طور پر آپس میں جھگڑتے لڑتے اور کشیدہ خاطر رہتے ہیں اور آپس میں اتنا بغض اور کینہ رکھتے ہیں کہ ایک دوسرے کی شکل دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتے۔ چنانچہ اہلِ اسلام کا ایک گروہ نور رسول اللہؐ کے متعلق یہ

لہ۔ خدا جانے برادران اسلام فروعی اختلافات کی بنا پر کیوں آپس میں اتنا جھگڑتے ہیں کہ ایک دوسرے کو کفر کے فتادے دے کر آپس میں اتنے دشمن بن جاتے ہیں کہ اپنی مسجدیں بھی الگ الگ کر لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک دوسرے کی مسجد میں نماز پڑھنا بھی روا نہیں رکھتے۔ حالانکہ دونوں گروہ ایک ہی رسول کا کلمہ پڑھتے ہیں اور دونوں کو آپس میں بھائی قرار دے کر حسن سلوک سے رہنے کی ہدایت بھی کی گئی ہے یہ آیات اس پر گواہ ہیں اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (الحجرات ع ۱) مومن بھائی بھائی ہی ہیں سو اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو۔ اور اللہ کا تقویٰ کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے (۴۹-۱۰) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح ع ۴) محمد اللہ کا رسول ہے اور جو اس کے ساتھ ہیں کافروں کے مقابلہ پر قوی آپس میں رحم کرنے والے ہیں (۴۸-۲۹) مگر ان کے بالمقابل غیر مسلم (باقی صفحہ ۲ پر دیکھیے)

Marfat.com

عقائد رکھتا ہے کہ (۱) وہ اللہ کے نور سے پیدا ہوئے (۲) وہ حاضر و ناظر ہیں (۳) وہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱) جو ایسی تعلیم نہیں رکھتے۔ باوجود سخت اور بھاری اختلافات رکھنے کے پھر بھی آپس اتنا نہیں جھگڑتے کہ ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں۔ میرے خیال میں اس کے مندرجہ ذیل وجوہ ہیں:۔

پہلی وجہ: عام طور پر مسلمانوں میں جہالت ہے اس لیے وہ آپس کے اختلافی مسائل میں بجائے دلائل سے کام لینے کے زور اور دباؤ سے کام لیتے ہیں اور عقل کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں جس سے قوم میں نا اتفاقی پیدا ہو جاتی ہے مگر ان کے بالمقابل غیر مسلم زیادہ تعلیم یافتہ ہیں اس لیے وہ آپس کے اختلافی مسائل میں دلائل سے کام لیتے ہیں اور عقل سے کام لے کر اختلافات کو سلجھا لیتے ہیں تاکہ قوم میں نا اتفاقی پیدا نہ ہو۔

دوسری وجہ: اہل اسلام فروعات کے اختلافی مسائل میں ہمیشہ اس بات کو مدنظر رکھتے ہیں کہ اپنے مخالفین کو کافر قرار دے کر اسلام سے خارج کر دیا جائے خواہ ان کی بات کتنی ہی قرآن مجید اور حدیث کے مطابق ہو، صاف ظاہر ہے کہ ایسے مسلمان بجائے صداقت سے کام لینے کے فرقہ بندی سے کام لیتے ہیں مگر ان کے بالمقابل غیر مسلم فروعی اختلافات کی بنا پر کبھی بھی اپنے بھائیوں کو اپنے مذہب سے خارج نہیں کرتے، کیونکہ وہ اختلافی مسائل کی ان باتوں کو جو عقل اور سمجھ کے مطابق ہو فوراً مان لیتے ہیں اور دھڑا بازی سے کام نہیں لیتے۔

تیسری وجہ: برادران اسلام اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ جب فروعی اختلافات کا ہونا ایک لازمی امر ہے۔ کیونکہ لوگوں کے طبائع اور خیالات مختلف ہوتے ہیں چنانچہ اختلافات لوگوں میں قیامت کے دن تک ہوتے ہی رہیں گے اور ان کا فیصلہ بھی قیامت کے دن ہی ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (الزمر ع ۵) کہ اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے غائب اور حاضر کے جاننے والے تو اپنے بندوں میں اس بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں (۳۹-۴۶) فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْمَا كَانُوْا (بقیہ صفحہ ۹ پر)

Marfat.com

عالم الغیب تھے (۴) وہ خدائی صفات کے مظہر تھے (۵) اور وہ خدا کا اوتار تھے کیونکہ احد خود میم کے پردہ میں دنیا میں آیا۔ دوسرا گروہ ان باتوں کا انکار کرتا ہے غرضیکہ مسلمانوں کا ایک فریق تو رسول اللہ کا درجہ اتنا گھٹاتا ہے کہ آنحضرت صلعم کو اپنے بڑے بھائی کے برابر سمجھتا ہے جو سراسر بے ادبی ہے اور دوسرا فریق نبی کریمؐ کا درجہ اتنا بڑھاتا ہے کہ حضور صلعم کو خدا کے برابر ہی سمجھ لیتا ہے جو سراسر شرک ہے بقول حالیؒ ؎

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں

(۲)۔ اس افراط اور تفریق کا اصل باعث یہ ہے کہ جناب رسالت مآب حضرت محمد مجتبیٰ صلعم کی زندگی یا سیرت کے متعلق شروع سے ہی بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں ہر قسم

(بقیہ صفحہ ۳) فِيهِ يَخْتَلِفُونَ (البقرہ ع ۱۴) سو اللہ اُن کے درمیان قیامت کے دن ان باتوں میں فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلافات رکھتے تھے (۲-۱۱۳) تو پھر آپس میں اتنا جھگڑا کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں اور اپنے آپ کو اس آیت؛ وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ (المائدہ ع ۶) اور ہم نے اُن کے درمیان قیامت کے دن تک دشمنی اور بغض ڈال دیا ہے (۵-۶۴) کا مصداق بنالیں۔ مگر ان کے بالمقابل غیر مسلم بخوبی سمجھتے ہیں کہ لوگوں میں اختلافات کا ہونا ایک طبعی امر ہے۔ لہٰذا ان کے متعلق جھگڑا کر کے آپس میں دشمنی رکھنا کوئی عقل مندی نہیں۔

چوتھی وجہ؛ عموماً مسلمان گوشت زیادہ کھاتے ہیں اور گرم ملکوں میں رہتے ہیں اس لیے وہ بحث و مباحثہ کے وقت اتنے جوش اور غصہ میں آجاتے ہیں کہ بجائے صبر، عقل اور قوت دلائل سے کام لینے کے لڑائی کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ مگر ان کے بالمقابل غیر مسلم ہندو عام طور پر گوشت نہیں کھاتے اور اہل یورپ اگر گوشت کھاتے بھی ہیں تو وہاں کی سردی اس کی گرمی کو زائل کر دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ بحث اور مباحثہ کے دوران میں ٹھنڈے دل سے صبر عقل اور قوت دلائل سے کام لیتے ہیں اور لڑائی کے لیے ہرگز آمادہ نہیں ہوتے۔ (بقیہ صفحہ ۶ پر)

Marfat.com

کے واقعات ہیں معتبر بھی اور غیر معتبر بھی۔ جن کا اب جانچنا اور پرکھنا نہایت مشکل ہے ایسے حالات کے ماتحت میں نے یہ مناسب سمجھا کہ آنحضرت صلعم کے مقام کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارشادات یک جا جمع کر دیئے جائیں تاکہ اہل اسلام اپنے عقائد کو قرآنی آیات کے ساتھ تطبیق دے سکیں اور جو عقیدہ کلام الٰہی کی تعلیم کے مطابق ہو اسے درست سمجھ لیں اور جو عقیدہ کلام ربانی کے خلاف ہو اسے چھوڑ دیں اور مقام رسول کو صحیح طور پر سمجھ کر افراط اور تفریط سے بچے رہیں یعنی نہ تو رسولؐ کا درجہ گھٹائیں اور نہ ہی بڑھائیں بلکہ پیغام رسول پر صدق دل سے عمل کریں اور جو رسالت کا اصل مقصد ہوتا ہے بلاشبہ وہ مسلمان جو وحی رسالت

(بقیہ صفحہ ۴) پانچویں وجہ: اہل اسلام آپس کے فروعی اختلافات کو اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ اُن کے سامنے اسلامی اُصولوں کی کوئی حقیقت ہی نہیں رہتی۔ چنانچہ معمولی معمولی اختلافات پر آپس میں دن رات جھگڑا کرتے رہتے ہیں مگر اُصولوں کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ لیکن ان کے بالمقابل غیر مسلم اصولوں کی طرف زیادہ توجہ دیتے ہیں اور فروعات کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔

چھٹی وجہ: علمائے اسلام نے اپنی زندگی کا نصب العین یہ بنا رکھا ہے کہ فروعی اختلافات کی بنا پر مختلف فرقوں کے مسلمانوں کی تکفیر اور تفریق کی جائے اور اُن میں تفرقہ اندازی، فتنہ اور فساد برپا کیا جائے۔ تاکہ ان میں ہمیشہ ہی نا اتفاقی رہے۔ چنانچہ چند صدیوں سے برادرانِ اسلام میں فرقہ بندی کی وجہ سے پھوٹ پڑی ہوئی ہے جس کی بدولت وہ دوسری قوموں کے محکوم بھی ہو گئے۔ مگر ان کے بالمقابل غیر مسلموں کے مذہبی لیڈروں کا یہ نصب العین ہے کہ ان کی قوم میں نا اتفاقی پیدا نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں اتفاق پایا جاتا ہے جس کی بدولت وہ دنیا میں حکومت کر رہے ہیں بقول ڈاکٹر اقبال ؎

دینِ کافر فکر و تدبیرِ جہاد   دینِ مُلا فی سبیل اللہ فساد

ساتویں وجہ: اکثر علمائے اسلام کا ذریعہ معاش یہی ہے کہ اپنے ذاتی مفاد اور مقاصد کی خاطر مسلمانوں کو فروعی مسائل کی بنا پر آپس میں لڑایا جائے اور اُن میں دشمنی اور بُغض ڈالا جائے۔ تاکہ فرقہ بندی کو فروغ ہی ہوتا رہے بقول اقبال ؎ (بقیہ صفحہ ۶ پر)

کی شان پر تو کوئی غور نہیں کرتے بلکہ صرف یہ کہہ کر آنحضرت صلعم بھی ہماری طرح ایک بشر ہی تھے۔ آپؐ کا درجہ گھٹاتے ہیں۔ حالانکہ وحی رسالت نے ہی آپؐ کو عام لوگوں سے ممتاز کر کے اللہ تعالیٰ کا رسول بنا دیا تھا۔ کیونکہ عام انسانوں پر ایسی وحی ہرگز نازل نہیں ہوتی۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ ہیرا بھی ایک پتھر ہی ہوتا ہے مگر اس کی چمک دمک ہی اسے عام پتھروں سے ممتاز کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہیرا کے نام سے پکارا جاتا ہے اسی طرح سے اگرچہ آنحضرت صلعم بھی بشر ہی تھے مگر اللہ تعالیٰ کی وحی رسالت نے ہی آپؐ کو دوسرے انسانوں پر فوقیت دے دی تھی جس کی بدولت وہ رسول اللہؐ کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ چنانچہ آپؐ نے اپنی امت کو بھی ایسا ہی کہنے کی ہدایت فرمائی۔ یہ حدیث اس پر گواہ ہے: عَنْ عُمَرَؓ یَقُوْلُ عَلَی الْمِنْبَرِ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی ابْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُہٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے۔ وہ منبر پر کہتے تھے کہ میں نے نبی صلعم کو سنا فرماتے تھے کہ میری تعریف میں مبالغہ نہ کرنا جس طرح عیسائیوں[1] نے ابن مریمؑ کے حق میں کیا ہے۔ میں صرف اللہ کا بندہ ہوں پس تم کہو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول (بخاری کتاب الانبیاء) یہی آپؐ کا صحیح مقام تھا جو آپؐ نے خود اپنی زبان

(بقیہ صفحہ ۵) فرقہ بندی کی ہوا تیرے گلستان میں چلی   آہ! ان مالیوں[1] نے باغ اجاڑا تیرا۔
یہی وجہ ہے کہ عرصہ دراز سے مسلمانوں میں نااتفاقی پھیلی ہوئی ہے مگر ان کے بالمقابل غیر مسلموں کے مذہبی پیشوا ہرگز ایسا نہیں کرتے۔ یہی سبب ہے کہ وہ آپس میں اتفاق سے رہتے ہیں اور دشمن کے مقابلے پر سب ایک ہو جاتے ہیں۔   [1]۔ مالیوں سے مراد مولوی ہیں

[1]۔ نصاریٰ نے جس طرح کہا ہے ہوکا   کہ سمجھے وہ عیسےٰ کو بیٹا خدا کا
مجھے تم سمجھنا نہ زنہار ایسا   مری حد سے رتبہ بڑھانا نہ میرا

ٹ

Marfat.com

مبارک سے فرما دیا۔ صاف ظاہر ہے کہ جناب رسالت مآب محمد مصطفےٰ صلعم کی شان بہت ہی بلند ہے چنانچہ آپؐ کے حق میں یہ الفاظ " بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"، کہہ دیا نہایت ہی موزوں ہے کیونکہ مذکورہ بالا قرآنی آیت میں یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ "رسولؐ اللہ کا ادب کرو"۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ آپؐ کی شان میں کوئی ناشائستہ اور گستاخانہ کلمات نہ کہے جائیں بلکہ آپؐ کے احکام تہ دل سے قبول کیے جائیں۔ اور ان پر صدقِ دل سے عمل کیا جائے۔ کیونکہ ان کے خلاف عمل کرنا سراسر تباہی ہے یہ آیت اس پر گواہ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ۔
(الحجرات ع ۱)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے اونچا نہ کرو اور نہ اُس سے پکار پکار کر بات کرو جیسا کہ ایک دوسرے کو پکارتے ہو ایسا نہ ہو کہ تمہارے عمل بیکار ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ (۴۹-۲)

علاوہ ازیں یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ "رسول کی مدد کرو" جس کا مطلب یہ ہے کہ اس پیغام کو جو اُن پر نازل کیا گیا، لوگوں کو پہنچا دو۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے: عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً۔ عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا میری طرف سے پہنچاؤ گو ایک ہی آیت ہو (بخاری کتاب الانبیاء) حقیقۃً ایسے مسلمان ہی اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں جیسا کہ اس کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللّٰهِ۔

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کے (دین کے) مددگار بن جاؤ۔ جس طرح عیسیٰ ابن مریمؑ نے حواریوں سے کہا تھا۔ اللہ (کے رستے) میں کون میرے مددگار ہیں۔ حواریوں نے

نے کہا ہم اللہ کے دین) کے مددگار ہیں۔ (الصف ع ۲)

(۶۱-۱۴)

آخر حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں میں کوئی تو خوبی کی بات تھی جس کی مثال دے کر ایمان داروں کو اللہ کے دین کے مددگار بننے کا حکم دیا گیا۔ دراصل بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے حواریوں کو یہ حکم دیا تھا کہ "تم تمام دنیا میں جاکر ساری خلق کے سامنے انجیل کی منادی کرو" (مرقس ۱۶: ۱۵) چنانچہ انھوں نے منادی کی اور بہت سی تکلیفیں بھی اٹھائیں پھر اسی کے حکم کی تعمیل میں عیسائیوں نے مقدس بائبل کا ترجمہ صدہا زبانوں میں کر کے اسے دنیا کے کونے کونے تک پہنچا دیا۔ مگر افسوس برادرانِ اسلام خوابِ غفلت میں ہی پڑے رہے حالانکہ اہلِ اسلام کو قرآن حکیم کی تعلیم پھیلانے کے لیے عیسائیوں سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیئے تھا کیونکہ اُن کے لیے تو اللہ کا حکم ہے اور عیسائیوں کے لیے حضرت عیسیٰؑ کا۔ مگر عیسائیوں نے تو اُسے خدا کا حکم سمجھا اور اپنے مذہب کی خوب تبلیغ کی۔ اور مسلمانوں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم کو ایک انسانی حکم بھی نہ سمجھا اور اپنے مذہب کی تبلیغ سے منہ موڑا۔ حالانکہ اسلام ایک تبلیغی دین ہے۔

یکم جنوری ۱۹۵۹ء شمس الدین۔ شمس منزل

مصری شاہ لاہور

باب اوّل

کافروں کا رسولوں کو اپنے جیسا بشر سمجھ کر اُن پر ایمان نہ لانا بلکہ انھیں حقیر سمجھ کر پیغامِ الٰہی کو ہی جھٹلا دینا

حقیقتہً پہلے نبیوں اور رسولوں کے منکرین بھی وحی رسالت پر تو کوئی غور نہیں کرتے تھے بلکہ صرف یہ کہہ کر کہ "یہ تو ہماری طرح بشر ہیں" پیغمبروں کو حقیر سمجھتے تھے اور ان پر ایمان نہیں لاتے تھے اور پیغامِ الٰہی کا کھلم کھلا انکار[1] کر دیتے تھے۔ جس کے ثبوت میں ذیل کی آیات پیش کی جاتی ہیں:

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَ مَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ ۚ وَ مَا نَرٰى لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ ۔ (ھود ع ۳)

تو اُس قوم کے کافر سرداروں نے کہا کہ ہم تجھے اپنے ہی جیسا انسان دیکھتے ہیں اور ہم نہیں دیکھتے کہ تیری پیروی کی ہو مگر اُن لوگوں نے جو ہم میں سے پنچ ہیں (اور وہ بھی) سرسری نظر سے اور ہم تم میں اپنے اوپر کوئی بڑائی نہیں دیکھتے بلکہ تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں (۲۷-۱۱)

اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ۬ۛؕ

کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جو تم سے پہلے تھے یعنی نوحؑ کی قوم اور عاد

---

[1] کیونکہ وہ نبوت اور بشریت کو ایک دوسرے کی ضد سمجھتے تھے۔

Marfat.com

وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۛ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا
اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ
فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَ
قَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ
بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا
تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۝ قَالَتْ
رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ
ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ
قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ
تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا
كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا
بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ قَالَتْ لَهُمْ
رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ
مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى
مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا
كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ
اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ
فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

اور ثمود کی اور اُن کی جو اُن کے پیچھے ہوئے
انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اُن کے رسول
کھلی دلائل لے کر آئے تو انھوں نے اپنے ہاتھ
اپنے مونہوں میں ڈال لئے[2] اور کہا ہم اس کا انکار
کرتے ہیں جو تمہیں دے کر بھیجا گیا ہے اور
یقیناً ہمیں اس کے بارے میں سخت شک
ہے جس طرف تم ہمیں بلاتے ہو۔ ان کے رسولوں
نے کہا کیا اللہ میں شک ہے جو آسمانوں اور
زمین کا پیدا کرنے والا ہے وہ تمہیں بلاتا ہے
تاکہ تمہارے قصور تمہیں معاف کر دے اور
تمہیں ایک مقررہ وقت تک مہلت دے۔
انھوں نے کہا تم بھی ہمارے جیسے انسان ہو
تم چاہتے ہو کہ ہمیں اس سے روک دو جس کی
ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے تو ہمارے
سامنے کوئی کھلی سند لاؤ۔ اُن کے رسولوں نے
انہیں کہا کہ ہم تمہارے ہی جیسے انسان ہیں لیکن
اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے
احسان کرتا ہے اور یہ ہمارا کام نہیں کہ ہم تمہارے
پاس سوائے اللہ کے حکم کے کوئی سند لائیں اور

---

[1] ۔ رسول خود اقرار کرتے ہیں کہ ہم تمہاری طرح بشر ہیں۔

[2] ۔ یعنی غیظ و غضب سے بھر گئے اور نہ صرف رسولوں کا بلکہ پیغام الٰہی کا بھی انکار کرنے والے ہو گئے۔

(ابراھیم ع ۲)

چاہیے کہ مومن اللہ ہی پر بھروسہ کریں (۱۴-۱۱و۱۲)

وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ○

اور جو ظالم ہیں وہ چھپ کر مشورہ کرتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں۔ مگر تمہاری طرح ایک انسان ہے تو کیا تم جادو کو قبول کرتے ہو حالانکہ تم دیکھتے ہو (۲۱-۳)

(الانبیاء ع ۱)

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ۔ (المؤمنون ع ۲)

تو ان لوگوں کے سرداروں نے جو اس کی قوم میں سے کافر ہوئے کہا یہ صرف تم ہی جیسا ایک بشر ہے چاہتا ہے کہ تم پر بڑائی حاصل کرے اور اگر اللہ چاہتا، تو فرشتے اُتار دیتا ہم نے یہ اپنے باپ دادوں میں نہیں سُنا۔ (۲۳-۲۴)

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ○ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ○

اور اس کی قوم کے سردار جو کافر تھے اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلاتے تھے اور ہم نے انہیں دنیا کی زندگی میں آسودگی دی تھی کہنے لگے یہ کچھ نہیں مگر تم جیسا ایک انسان ہے اُسی سے کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور اسی سے پیتا ہے جو تم پیتے ہو۔ اور اگر تم اپنے جیسے انسان کی اطاعت کرو گے تو اس حال میں یقیناً تم نقصان اٹھانے والے ہو گے۔ (۲۳-۳۳-۳۴)

(المؤمنون ع ۳)

فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ○ ۚ

تو انھوں نے کہا کیا ہم اپنے جیسے دو انسانوں پر ایمان لائیں اور ان کی قوم (کے لوگ) ہمارے خدمت گار ہیں۔ (۲۳-۴۷)

(المؤمنون ع ۳)

مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (الشعراء ع ۸)

تو کچھ نہیں مگر ہماری طرح ایک انسان ہے سو کوئی نشان لا اگر تو سچوں میں سے ہے۔ (۱۵۴-۲۶)

وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۚ (الشعراء ع ۱۰)

اور تو کچھ نہیں مگر ہماری طرح ایک انسان ہے اور ہم تجھے جھوٹوں میں سے ہی سمجھتے ہیں۔ (۱۸۶-۲۶)

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ (یٰسین ع ۲)

انھوں نے کہا تم تو ہماری طرح انسان ہی ہو اور رحمٰن نے کچھ نہیں اُتارا تم جھوٹ ہی کہتے ہو (۳۶-۱۵)

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۡ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝ (التغابن ع ۱)

کیا تمہارے پاس اُن لوگوں کی خبر نہیں آئی جنھوں نے پہلے کفر کیا سو انھوں نے اپنے کام کی سزا چکھی اور ان کے لیے درد ناک عذاب ہے۔ یہ اس لیے کہ اُن کے پاس ان کے رسول کھلی دلیلیں لے کر آتے تھے تو وہ کہتے کیا انسان ہمیں راہ دکھائیں گے۔ سو انھوں نے کفر کیا اور پھر گئے، اللہ کسی کا محتاج نہ تھا۔ اور اللہ بے نیاز[1] تعریف کیا گیا ہے (۶۴-۵/۶)

مذکورہ بالا آیات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ منکرین رسالت کی طرف سے سب

---

[1] ۔ چونکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کی ہدایت کے لیے رسول مبعوث کر کے ایمان لانے کی حجت کو پوری کر دیتا ہے اس لیے وہ کافروں کے کفر کی پرواہ نہیں کرتا۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے: وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ (ابراہیم ع ۲) اور موسیٰ نے کہا (بقیہ صفحہ ۱۸)

Marfat.com

سے پہلے انبیاء پر یہی اعتراض ہوتا رہا کہ یہ ہماری طرح بشر ہیں کھاتے پیتے اور حوائج بشری کے محتاج ہیں لہٰذا یہ رسول نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ ان کی رسالت کو یہ کہہ کر بھی جھٹلاتے رہے کہ یہ بشر ہو کر صرف ہم پر بڑائی حاصل کرنا چاہتے ہیں ورنہ انسان کو انسان راہ نہیں دکھا سکتا۔ چنانچہ رسول اللہ (صلعم) پر بھی ایسے اعتراض کیے گئے تھے یہ آیات اس پر شاہد ہیں:

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۙ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝

اور کہتے ہیں یہ کیسا رسول ہے (جو) کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے کیوں اس کی طرف فرشتہ نہ اتارا گیا تو وہ اُس کے ساتھ ہو کر ڈرانے والا ہوتا یا اُس کی طرف خزانہ بھیجا جاتا یا اس کا باغ ہوتا جس سے وہ کھاتا اور ظالم کہتے ہیں تم صرف ایک سحر والے آدمی کی پیروی کرتے ہو۔ دیکھ تیرے لیے کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں سو وہ گمراہ ہو گئے ہیں۔ پس رستہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷) اگر تم اور جو زمین میں ہیں سب کے سب انکار کرو تو اللہ یقیناً بے نیاز تعریف کیا گیا ہے (۱۴-۸) صاف ظاہر ہے کہ کفر یعنی انکار یا ناشکری سے اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگڑتا کیونکہ کسی کے شکر کرنے یا ایمان لانے سے اللہ تعالیٰ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے سے انسان کو ہی فائدہ پہنچتا ہے اور جو ایمان نہیں لاتا اور گمراہی میں رہتا ہے اور نقصان اٹھاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى (بنی اسرائیل ع ۲) جو کوئی ہدایت اختیار کرتا ہے وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے ہدایت اختیار کرتا ہے اور جو کوئی گمراہ ہوتا ہے اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا (۱۷-۱۵) یہی خدا کا قانون ہے کہ جو نیک کام کرتا ہے وہی ہدایت کی طرف آتا ہے اور جو بُرے کام کرتا ہے وہی گمراہی میں رہتا ہے خواہ ایمان لا کر ہی بُرے کام کرے۔

Marfat.com

(الفرقان ع ۱) نہیں پا سکتے (۲۵۔۷ تا ۹)

چونکہ ہستی باری تعالیٰ کے منکرین اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ اللہ کے رسول کھانے پینے کے محتاج نہیں ہوتے۔ لہٰذا اس باطل خیال کی تردید میں یہ کہا گیا کہ انبیاء کے اجسام بھی ایسے نہیں بنائے گئے تھے کہ وہ بغیر کھانے پینے کے زندہ رہ سکیں۔ چنانچہ تمام انبیاء کھانا کھاتے تھے یہ آیات اس پر گواہ ہیں:

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝ (الانبیاء ع ۱)

اور ان کے ہم نے ایسے جسم بنائے تھے کہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ غیر متغیر تھے۔ (۲۱۔۸)

صاف ظاہر ہے کہ رسولوں کا جسم خاکی بھی دوسرے انسانوں جیسا ہی تھا۔ یہ دلیل حضرت عیسیٰؑ کے اس جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر زندہ ہونے کو جیسا کہ اکثر مسلمانوں کا خیال ہے صریحاً باطل ٹھہراتی ہے:

وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ (المائدہ ع ۱۰)

اور اس کی ماں صدیقہ تھی وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ (۵۔۷۵)

اس آیت سے ایک تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ اور ان کی والدہ محترمہ اب کھانا نہیں کھاتے کیونکہ وہ وفات پا گئے۔ دوسرے یہ کہ جو کھانا کھائے وہ خدا نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ بغیر کھانے پینے کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ تیسرے یہ کہ جو کھانا کھائے وہ حوائج بشری کا محتاج ہے وہ خدا کا اوتار یعنی اس کی صفات کا مظہر نہیں ہو سکتا۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِى الْاَسْوَاقِ ؕ (الفرقان ع ۲)

اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر وہ یقیناً کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔ (۲۵۔۲۰)

حقیقتہً کفار رسول کے متعلق ایک تو یہ خیال رکھتے تھے کہ وہ دولت مند ہونا

چاہیے نہ کہ محنت اور مزدوری کر کے اپنی روزی کمانے والا۔ دوسرا یہ کہ وہ بلند پائے کا کاشتکار، زمیندار اور بہت سے باغات کا مالک ہونا چاہیئے۔ تیسرا یہ کہ اس کی قوت ایک بشر کی طاقت سے بڑھ کر ہونی چاہیئے۔ چنانچہ انھوں نے رسول اللہؐ سے مندرجہ ذیل مطالبے پیش کر کے کہا کہ اگر یہ پورے کر دیئے جائیں تو ہم ایمان لے آئیں گے۔

وَقَالُوا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًاۙ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًاۙ ـــــ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًاۙ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًاؕ

(بنی اسرائیل ع ۱۰)

اور کہتے ہیں ہم تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ تو ہمارے لیے اس زمین سے چشمہ بہا دے یا تیرا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو۔ پھر تو اس کے اندر خوب نہریں بہا نکالے۔ یا تو آسمان کو جیسا کہا کرتا ہے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہم پر گرا دے۔ یا تو اللہ اور فرشتوں کو سامنے لے آئے یا تیرا سونے کا گھر ہو۔ یا تو آسمان میں چڑھ جائے اور ہم تیرے چڑھنے کو بھی نہیں مانیں گے جب تک کہ تو ہم پر کتاب نہ اتارے جسے ہم پڑھ لیں کہہ میرا رب پاک ہے۔ میں صرف ایک بشر رسول[1] ہوں۔ (۱۷۔ ۹۰ تا ۹۳)

مذکورہ بالا مطالبوں کے جواب میں صرف یہی کہا گیا "میرا رب پاک ہے میں ایک بشر رسول ہوں"۔ کفار کے اس مطالبہ کا ذکر کہ تم آسمان پر چڑھ جاؤ صاف بتاتا ہے کہ آنحضرتؐ کا معراج روحانی تھا، کیونکہ جسمانی طور پر آسمان پر چڑھنا بشریت کے منافی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سبحان ہونے کے بھی منافی ہے ورنہ اس صورت میں ماننا پڑے گا کہ خدا

---

[1] فرشتہ نہیں ہوں کہ آسمان پر چڑھ جاؤں۔

بھی ایک جسم ہے اور یہ اس میں عیب کا مانع ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کا مطالبہ کے وقت آنحضرت کو آسمان پر لے جانا صاف ثابت کرتا ہے کہ جسم کا آسمان پر اٹھایا جانا اللہ کے قانون کے خلاف ہے۔ چنانچہ حضرت مسیحؑ بھی جسدِ عنصری کے ساتھ آسمان پر نہیں اٹھائے گئے تھے۔ غرضیکہ کفار کو رسولوں کی رسالت پر ایمان لانے میں ان کی بشریت ہی مانع رہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ۝	اور لوگوں کو کوئی چیز ایمان لانے سے مانع نہیں ہوئی جب ان کے پاس ہدایت آئی۔ مگر یہ کہ انھوں نے کہا کیا اللہ نے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ کہہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چلتے پھرتے تو ضرور ہم ان پر آسمان سے فرشتہ رسول بنا کر بھیجتے
(بنی اسرائیل ع ۱۱	۱۰-۱۴/۹۵)۔

چونکہ دنیا میں بشر ہی رہتے ہیں۔ لہٰذا ان کی طرف رسول بھی اسی جنس کا ہونا چاہیے تاکہ اپنے جیسے انسانوں کے لیے اسوہ حسنہ کا کام دے سکے۔ چنانچہ حضرت محمدؐ بھی بطور بشر رسول کے اپنے جیسے لوگوں کی طرف مبعوث کیے گئے تھے جیسا کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے۔

اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ قَالَ	کیا لوگوں کو تعجب ہے کہ ہم نے ان میں سے ایک مرد کی طرف وحی کی کہ لوگوں کو ڈرا اور انہیں خوش خبری دے جو ایمان لائے کہ ان کے لیے ان کے رب کے ہاں راستی کا قدم

ـــــــ

لـہ۔ چونکہ رسول میں قوت رجولیت بھی ہوتی ہے اس لیے اُسے رجل بھی کہا گیا۔

Marfat.com

الکٰفِرُوْنَ اِنَّ ھٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِیْنٌ ۝ — ہے۔ کافروں نے کہا یہ تو صریح جادوگر ہے۔

(یونس ع ۱) — (۱۰-۲)

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰـھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖٓ اَحَدًا ۝

کہہ میں صرف تمہاری طرح بشر ہوں لیکن، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ پس جو کوئی اپنے رب کی امید رکھتا ہے تو چاہیے کہ وہ اچھے عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ (۱۸ - ۱۱۰)

(الکہف ع ۱۲)

ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ ۝ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ (الجمعۃ ع ۱)

وہی ہے جس نے اُمیّوں کے اندر انھی میں سے ایک رسول بھیجا جو اُن پر اُس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور وہ پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں پڑے تھے (۶۲-۲)

صاف ظاہر ہے کہ جیسے لوگ باپ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور اُن کے سائے بھی ہوتے ہیں۔ اسی طرح سے جو بشر بھی کسی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اس کا باپ بھی تھا اور اس کا سایہ بھی۔ کیونکہ وہ نطفہ سے پیدا ہوا تھا۔ اگر لوگوں کی طرح اس کا باپ یا اس کا سایہ نہ ہوتا تو پھر اُن کے ہاتھوں میں ایمان نہ لانے کی یہ حجت ہو جاتی کہ یہ تو ہماری جنس سے نہیں ہے۔ لہٰذا یہ ہمارے لیے کوئی نمونہ کا کام نہیں دے سکتا۔ علاوہ ازیں اس بات کو بھی مدِنظر رکھ لیا جائے کہ حضرت آدمؑ کے وقت تو کوئی قوم ہی نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے لیے قرآن پاک میں نہ تو نبی اور نہ ہی رسول کا لفظ آیا ہے کیونکہ وہ کسی قوم کی طرف مبعوث نہیں کیے گئے تھے۔ غرضیکہ جس قسم کے لوگ دنیا میں آباد ہوں گے اُسی قسم کے رسول

۳۲۸۶۱

Marfat.com

اُن کے پاس آئیں گے تاکہ وہ اللہ کی ہدایت پر عمل کر کے لوگوں کو راہ راست دکھا سکیں۔ اور انھیں اسوہ حسنہ کا کام دے سکیں۔ مگر افسوس کہ اس نکتہ کو نہ سمجھنے کے باعث رسولوں پر ایمان نہ لانے والوں یا اُن کا درجہ کم کرنے والوں نے ہمیشہ ان کی بشریت کو ہی مدِ نظر رکھا اور اس پہلو پر جو وحی رسالت سے متعلق تھا کوئی غور نہ کیا حالانکہ نبوت کی وجہ سے ہی وہ رسول کہلاتے تھے۔

Marfat.com

باب دوم

عیسائیوں کا پہلے مشرکوں کی نقل کر کے حضرت مسیحؑ کا درجہ بڑھا کر انھیں اپنا خدا ٹھہرانا

بلا شبہ جن قوموں نے رسولوں کی رسالت پر غور کیا ان میں اکثر لوگوں نے ان کی تعریف میں اتنے مبالغے کیے کہ انھیں خدا کا اوتار[۱] سمجھ کر اپنا خدا ہی بنا لیا۔ حضرت عیسیٰؑ کی مثال اس پر گواہ[۲] ہے۔ حالانکہ انبیاء لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے بندے بنانے کے لیے مبعوث کیے

۱۔ حالانکہ خدا کا اوتار یعنی مجسم خدا بھی کبھی لوگوں کی پیروی کے لیے کوئی نمونہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انسانی جنس سے نہیں ہوتا۔ لہٰذا انسانوں کی پیروی کے لیے ایک انسان ہی اسوۂ حسنہ کا کام دے سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول ہمیشہ بشر ہی ہوتے رہے۔ اگرچہ منکرین حق ہمیشہ ان کی بشریت پر اعتراض ہی کرتے رہے۔ جس کی تہہ میں یہ غرض ہوتی کہ اپنے جیسے انسان کی پیروی نہ کرنے پائیں۔ گویا تکبّر کر کے وحی رسالت سے منہ پھیرتے تھے اور پیغام الٰہی کو جھٹلاتے تھے۔

۲۔ حالانکہ عیسائیوں کو بھی دین میں مبالغہ کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ کہہ اے اہل کتاب اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو پہلے گمراہ ہوئے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰ پر)

Marfat.com

جاتے تھے نہ کہ اپنے بندے بنانے کے لیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَهُ اللّٰهُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ کُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰکِنْ کُوْنُوْا رَبّٰنِیّٖنَ بِمَا کُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْکِتٰبَ وَبِمَا کُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝ وَلَا یَاْمُرَکُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِکَةَ وَالنَّبِیّٖنَ اَرْبَابًا ط اَیَاْمُرُکُمْ بِالْکُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (آلِ عمران ع ۸)

کسی بشر کے لیے (شایاں) نہیں کہ اللہ اُسے کتاب اور حکم اور نبوت دے پھر وہ لوگوں کو کہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ۔ لیکن (وہ کہتا ہے)، تم ربّانی ہو جاؤ اس کے لیے کہ تم کتاب سکھاتے تھے۔ اور اس کے لیے کہ تم (اُسے) پڑھتے تھے اور نہ یہ کہ وہ تم کو حکم دے کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو خدا وند بنا لو کیا وہ تم کو کفر کا حکم دے گا اس کے بعد کہ تم مسلم ہو چکے ہو۔ (۳-۷۹، ۸۰)

چنانچہ حضرت مسیحؑ بھی اپنی زندگی بھر میں لوگوں کو یہی کہتے رہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت

لہ۔ خدا خود بھی رسول کو بشر ہی کہتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹) راہ سے بھٹک گئے (۵-۷۷) چونکہ عیسائیوں نے اپنے مذہب میں بہت سا غلو کر کے حضرت مسیحؑ کو نبی اور رسول کے درجہ سے بڑھا کر اپنا خدا بنا لیا اور پہلے کافروں کی نقل کر کے حضرت مسیحؑ ابن آدم یعنی یوسف کے بیٹے کو خدا کا بیٹا ٹھہرا لیا۔ لہٰذا قرآن مجید میں بڑے زور سے اس کی تردید کی گئی ہے یہ آیات اس پر گواہ ہیں لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ ط قُلْ فَمَنْ یَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ یُّهْلِكَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (المائدہ ع ۳) وہ یقیناً کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ مسیحؑ ابن مریم ہے کہہ دے کس کو اللہ کے مقابلے میں کچھ بھی اختیار ہوا جب اللہ نے مسیح ابن مریم اور اس کی ماں اور ان سب کو جو زمین میں تھے ہلاک کرنے کا ارادہ کیا (۵-۱۷) حقیقتہً نہ صرف حضرت مسیح اور ان کی والدہ محترمہ بلکہ اس وقت کے تمام لوگ وفات پا گئے۔ اب مسلمانوں کا یہ کہنا کہ اس قرآنی آیت کی رو سے اُس زمانے کے سب (بقیہ صفحہ ۲۱ پر)

جو میرا اور تمہارا رب ہے یہ آیات اس پر شاہد ہیں:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ۔ (المائدۃ ع ۱۰)

یقیناً وہ لوگ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ مسیحؑ ابن مریم ہی اللہ ہے اور مسیحؑ نے کہا اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو اللہ نے اس پر جنت کو حرام کر دیا ہے اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں۔ (۵-۷۲)

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا

اور جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ ابن مریمؑ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کے سوا دو معبود بنا لو۔ کہا تو پاک ہے مجھے کہاں شایاں تھا کہ میں وہ کہوں جس کا مجھے حق نہیں اگر میں نے ایسا کیا ہوتا تو تجھے ضرور اس کا علم ہوتا تو جانتا ہے جو کچھ میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے تو ہی غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے۔ میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰) سب لوگ تو مر گئے مگر حضرت مسیحؑ ابھی تک زندہ ہیں۔ سراسر جہالت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو سب سے پہلے حضرت مسیحؑ کو وفات دے کر اس کی الوہیت کی تردید کرنا منظور تھا اسی وجہ سے ان کا نام پہلے ہی رکھا گیا اور وفات بھی پہلے ہی دی۔ اگر ان کی وفات قرآن کریم سے ثابت نہیں ہو سکتی تو پھر ان کی والدہ مکرمہ اور اس زمانے کے دوسرے لوگوں کی وفات کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے؟ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ (المائدۃ ع۱۰) "یقیناً وہ کافر ہیں (باقی صفحہ ۲۲ پر)

Marfat.com

مَا اَمَرْتَنِیْ بِہٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَ رَبَّکُمْ ۚ وَ کُنْتُ عَلَیْہِمْ شَہِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْہِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْہِمْ ؕ وَ اَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ ۝

(المائدہ ع ۱۶)

نے اُن سے کچھ نہیں کہا مگر وہی جس کا تُو نے مجھے حکم دیا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب اور تمہارا رب ہے اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں اُن میں تھا۔ پھر جب تُو نے مجھے وفات دے دی تو تو ہی ان پر نگہبان تھا اور تُو ہر چیز پر گواہ ہے۔ (۵-۱۱۶، ۱۱۷)

مذکورہ بالا آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰیؑ نے زندگی بھر میں اپنی اُمت کو یہی تعلیم دی تھی کہ خدا کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے اور وہ لوگوں کی خدا پرستی پر گواہ تھے۔ جب تک اُن میں رہے جیسا کہ اُن کا اپنا بیان ہے "میں اُن پر گواہ تھا جب تک میں اُن میں تھا" یعنی جب تک میں اُن میں زندہ تھا جس کی سند خود قرآن مجید کی دوسری آیت میں موجود ہے مَا دُمْتُ حَیًّا (مریم ع ۲) پس صاف ثابت ہوتا ہے کہ جو معنی حَیًّا کے ہیں وہی معنی فِیْہِمْ کے ہیں۔ اس کے بعد ہے "فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ"

(بقیہ صفحہ ۲۱) جو کہتے ہیں کہ مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے" بلا شبہ ایک بشر کی طرف خدائی صفات منسوب کرنا ہی کفر ہے لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَۃٍ ۘ وَ مَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّاۤ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ؕ وَ اِنْ لَّمْ یَنْتَہُوْا عَمَّا یَقُوْلُوْنَ لَیَمَسَّنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ یقیناً وہ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے اور معبود تو سوائے ایک معبود کے کوئی نہیں اور اگر وہ اس سے نہ رکیں گے جو کہتے ہیں تو ضرور اُن کو جو ان میں سے کافر ہیں دردناک عذاب پہنچے گا۔ (المائدہ ع ۵-۳۰)

حضرت مسیح کے ابن اللہ ہونے کی تردید۔ وَ قَالَتِ الْیَہُوْدُ عُزَیْرُ ۨابْنُ اللّٰہِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ ؕ ذٰلِکَ قَوْلُہُمْ بِاَفْوَاہِہِمْ ۚ یُضَاہِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَہُمُ اللّٰہُ ۚ۫ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ ۝ (التوبہ ع ۵) اور یہودی کہتے ہیں عزیز اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ اُن کے منہ کی باتیں ہیں۔ یہ اُن کی بات کی نقل (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸ پر)

تو اس سے اور بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس لفظ سے حیاً ہی مراد تھی اور مطلب بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ جب تک میں ان میں تھا یعنی زندہ تھا تو میں ان پر شاہد تھا" پھر جب تو نے مجھے وفات دی تو تو ہی ان کا نگہبان تھا" چنانچہ انجیل شریف کی مندرجہ ذیل آیات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے:

(۱) "تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر" (متی ۴-۱۰)

(۲) "اے اسرائیل سن خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے" (مرقس ۱۲-۲۹)

(۳) "اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھے خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں" (یوحنا ۱۷-۳)

(۴) "جب تک میں ان کے ساتھ رہا میں نے تیرے اس نام کے وسیلہ سے جو تو نے مجھے بخشا ہے ان کی حفاظت کی۔ میں نے ان کی نگہبانی کی۔ (یوحنا ۱۷-۱۲)

غرضیکہ قرآن مجید اور مقدس انجیل دونوں اس پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی امت ان کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲) کرتے ہیں جو پہلے کافر ہوئے اللہ ان کو ہلاک کرے کہاں سے الٹے پھرے جاتے ہیں (۹-۳۰) حقیقتہً عیسائیوں کا حضرت مسیحؑ کو اللہ کا بیٹا کہنا ان کے منہ کی بات ہے جس میں کوئی صداقت نہیں۔ کیونکہ وہ ہمیشہ اپنے آپ کو ابن آدم ہی کہتے رہے وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا ——— (بنی اسرائیل ع ۱۲) اور کہہ سب تعریف اللہ تعالےٰ ہی کے لیے ہے جس نے بیٹا نہیں بنایا (۱۷-۱۱۱) اَلَاۤ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَیَقُوْلُوْنَ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ (الصّٰفّٰت ع ۱۵) (دیکھو وہ اپنی طرف سے جھوٹ (بنا کر) بنا کر کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے اور وہ یقیناً جھوٹے ہیں (۳۷-۱۵۱، ۱۵۲) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ یَلِدْ ۙ وَلَمْ یُوْلَدْ (الاخلاص ع ۱) کہہ وہ اللہ ایک ہے وہ بے نیاز ہے نہ اس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے (۱۱۲-۱ تا ۳) اللہ تعالیٰ کا بیٹے سے انکار کرتا ہی ثابت کرتا ہے کہ اس نے حضرت مریمؑ کو بغیر مرد کے اپنی قدرت سے حمل (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹)

زندگی بھر میں خدا کی توحید پر قائم رہ کر اسی کی عبادت کرتی تھی مگر اُن کی وفات کے بعد عیسائیوں نے اُن کی طرف خدائی صفات منسوب کر کے انھیں اپنا خدا ٹھہرایا حالاں کہ وہ اپنے آپ کو ہمیشہ نبی اور رسول ہی کہہ کر پکارتے تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید اور انجیل شریف سے ثابت ہوتا ہے:

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ ط اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا۔ (مریم ع ۲) — (عیسیٰ نے) کہا میں اللہ کا بندہ ہوں، اُس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا۔ (۱۹۔ ۳۹)

وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ۔ (الصف ع ۱) — اور جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں (۶۱۔ ۶)

"مگر یسوع نے ان سے کہا کہ نبی اپنے وطن اور اپنے گھر کے سوا اور کہیں بے عزت نہیں ہوتا" (متی ۱۳۔ ۵۷) "اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ، خدائے واحد اور برحق

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸) نہیں کیا، کیونکہ یہ اللہ کی شان کے خلاف ہے کہ حضرت مریمؑ کو بغیر خاوند کے خود اپنی قدرت سے حمل کرے مگر بعد ازاں اس حمل سے پیدا شدہ بیٹے کا انکار کر دے۔ نہ صرف اللہ تعالےٰ نے عیسائیوں کے باطل عقائد کی تردید کی ہے بلکہ رسول اللہؐ نے بھی۔ یہ حدیث اس پر گواہ ہے۔ ابن جریر نے ربیع سے ایک روایت بیان کی ہے کہ نصاریٰ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عیسیٰ ابن مریم کے متعلق بحث کی اور کہا اگر وہ خدا کا بیٹا نہیں تو اس کا باپ کون ہے؟ تو اس وقت آنحضرتؐ نے مندرجہ ذیل جوابات دیے:

پہلا جواب:۔ فقال الستم تعلمون انہ لایکون والد الا وھو یشبہ اباہ قالوا بلیٰ فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ کوئی بیٹا نہیں مگر وہ اپنے باپ سے مشابہ ہوتا ہے انھوں نے کہا ہاں۔

دوسرا جواب:۔ قال الستم تعلمون ان اللہ حی لایموت وان عیسیٰ یاتی علیہ الفنا قالوا بلیٰ

کو اور یسوع مسیح کو جسے تُو نے بھیجا ہے جانیں" (یوحنا ۱۷-۳) اب عیسائیوں کا حضرت مسیح کو خدا ٹھہرانا ایسا ہی غلط ہے جیسا کہ لوگوں کا کسی بادشاہ کے سفیر کو ہی بادشاہ سمجھ لینا۔ جیسے سفیر کو بادشاہ بنانا کم عقلی کا نشان ہے۔ اسی طرح خدا کے رسول کو بھی خدا بنا لینا کم عقلی کا نشان ہے بلاشبہ حضرت مسیح کی صحیح تعلیم کو ان کی وفات کے بعد بگاڑا گیا جیسا کہ رسول اللہؐ کا بھی ارشاد ہے:

وانه يجاء برجال من امتي فيوخذ بهم ذات الشمال فاقول يارب اصحابي فيقال انك لا تدري ما احدثوا بعدك فاقول كما قال العبد الصالح وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ۔

اور میری امت کے کچھ لوگ حاضر کیے جائیں گے ان کو بائیں جانب (دوزخ کی طرف) لے چلیں گے۔ میں عرض کروں گا پروردگار یہ تو میرے پیارے اصحاب ہیں۔ جواب ملے گا تم نہیں جانتے تمہارے بعد جو انھوں نے نئی نئی باتیں (بدعتیں) نکالیں اُس وقت میں یہی کہوں گا جو اللہ کے نیک بندے (حضرت عیسیٰؑ) نے کہا کہ میں جب تک ان میں رہا اُن کا حال دیکھتا رہا جب تُو نے مجھے وفات دے دی تو تو ہی ان کا نگہبان تھا" ____ (بخاری کتاب الانبیاء)۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴) رسول اللہ صلعم نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہمیشہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا اور عیسیٰؑ پر فنا آئی، انھوں نے کہا ہاں۔

تیسرا جواب:۔ قال الستم تعلمون ان ربنا قيم على كل شئ يحفظه ويرزقه قالوا بلى فهل يملك عيسى شيئا من ذلك قالوا لا۔ فرمایا رسول اللہؐ نے کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے۔ اس کی نگہبانی کرتا ہے اور حفاظت کرتا ہے اور اس کو رزق دیتا ہے انھوں نے کہا نہیں۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶ پر)

بلاشبہ حضرت نبی کریمؐ کا اپنے حق میں بھی انھی الفاظ کو دُہرانا صاف ثابت کرتا ہے کہ آپ کے نزدیک حضرت عیسیٰ کی امت بھی اُن کی وفات کے بعد بگڑی اور اسی طرح سے آپ کی اُمت بھی آپ کی وفات کے بعد بگڑے گی۔ اس بیّن آیت اور اس حدیث صریح کے ہوتے ہوئے بھی حضرت عیسیٰؑ کی وفات کا انکار کرنا گویا نصوص صریحہ کو رَد کرنا ہے۔ اب حضرت محمدؐ کے قول فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کا یہ ترجمہ کرنا "کہ جب تُو نے مجھے وفات دی" اور حضرت عیسیٰؑ کے قول فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کا یہ ترجمہ کرنا کہ جب تُو نے مجھے زندہ آسمان پر اٹھا لیا" سراسر مولوی صاحبان کی جہالت ہے اور حقیقتاً یہی لوگ مسلمانوں کے زوال کا باعث ہیں کیونکہ نہ تو خود عقل سے کام لیتے ہیں اور نہ ہی دوسروں کو لینے دیتے ہیں۔ غرضیکہ حضرت مسیحؑ اور حضرت محمدؐ ہر دو کی تعلیم کو اُن کی امتوں نے ان کی وفات کے بعد بگاڑا جس کا انھیں کوئی علم نہیں۔ اب اگر حضرت عیسیٰؑ قیامت سے پہلے دوبارہ دنیا میں تشریف لے آئیں جیسا کہ عام طور پر عیسائی اور اہل اسلام کہتے ہیں تو پھر انہیں اپنی امت کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵)۔ چوتھا جواب:۔ الستم ان الله لا یخفی علیہ شیء فی الارض ولا فی السماء قالوا بلٰی فھل یعلم عیسٰی شیئا من ذٰلک الا ما علم قالوا لا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کی کوئی چیز مخفی نہیں؟ انھوں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا عیسیٰؑ کوئی بات جانتا ہے سوائے اس کے جس کا اُسے علم دیا گیا ہے انھوں نے کہا نہیں۔

پانچواں جواب:۔ قال فان ربنا صور عیسٰی فی الرحم کیف یشاء فھل تعلمون ذٰلک قالوا بلٰی۔ آپؐ نے فرمایا ہمارے رب نے عیسیٰؑ کی صورت جس طرح چاہا رحم میں بنائی کیا تم اُسے نہیں جانتے؟ انھوں نے کہا ہاں۔ چھٹا جواب:۔ قال الستم تعلمون ان ربنا لا یاکل الطعام ولا یشرب الشراب ولا یحدث الحدث قالوا بلٰی۔ آپؐ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب کھانا نہیں کھاتا اور نہ پانی پیتا ہے اور نہ قضائے حاجت کرتا ہے انھوں نے کہا ہاں۔ ساتواں جواب: قال الستم تعلمون ان عیسٰی حملتہ امرأۃ کما تحمل المراۃ و (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷ پر)۔

حال دیکھ کر اس بات کا علم ہو جائے گا کہ عیسائیوں نے خدا کو چھوڑ کر ان کو اور ان کی والدہ مکرمہ کو اپنا معبود بنا رکھا ہے تو ایسی صورت میں اُن کی مندرجہ بالا گواہی جو قیامت کے دن ہوگی جھوٹی ٹھہرتی ہے۔ کیونکہ باوجود عیسائیوں کے شرک کا علم ہو جانے کے وہ اپنی لاعلمی ظاہر کریں گے جو ایک نبی کی شان کے شایان نہیں ہو سکتا۔ بلاشبہ حضرت عیسیٰؑ کی گواہی صرف اس دیکھے ہوئے زمانہ کی جس میں عیسائی توحید پر قائم تھے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ قرآن پاک میں موجود ہے۔ مگر دوبارہ آنے پر اس دیکھے ہوئے زمانہ کی جس میں عیسائیوں نے حضرت مسیحؑ اور ان کی والدہ محترمہ کو خدا بنا رکھا تھا کوئی گواہی نہیں جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یا تو حضرت عیسیٰؑ دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے یا انھوں نے اپنی امت کے چشم دید مشرکانہ واقعات کی گواہی کو چھپایا اور جو گواہی کو چھپاتا ہے تو اس کا دل ضرور گنہگار ہوتا ہے۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے:

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ (البقرہ ع ۳)

اور گواہی کو نہ چھپاؤ جو شخص اسے چھپاتا ہے تو اس کا دل ضرور گنہگار ہوتا ہے (۲-۲۸۳)

(بقیہ صفحہ ۲۶) وضعته کما تضع المرأة ولدها وغذی کما یغذی الصبی ثم کان یطعم الطعام و یشرب الشراب ویحدث الحدث قالوا بلیٰ۔ آپؐ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ عیسیٰؑ کو ایک عورت نے حمل میں لیا جس طرح عورت حمل میں لیا کرتی ہے پھر اس کو جنا جس طرح عورت اپنا بچہ جنا کرتی ہے پھر اس کو غذا دی گئی جس طرح بچوں کو غذا دی جاتی ہے پھر وہ کھانا کھاتا تھا اور پانی پیتا تھا اور پاخانہ کرتا تھا۔ انھوں نے کہا ہاں۔ آٹھواں جواب: فقال فکیف یکون کما زعمتم۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا پھر جو تم دعویٰ کرتے ہو کہ عیسیٰؑ خدا اور خدا کا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے۔ (تفسیر آل عمران۔ طبقات ابن سعد۔ تفسیر کبیر رازی طبری۔ تفسیر ابن جریر۔ تفسیر روح المعانی)۔ اب رسول اللہؐ کے مندرجہ بالا جوابات پر غور کیجئے کہ کس حکمت اور فلسفہ سے عیسائیوں کے باطل عقائد کی تردید کی گئی ہے۔ آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸ پر۔)

Marfat.com

ایسی حالت میں بجائے حضرت عیسیٰؑ کو گنہگار ٹھہرانے کے بہتر یہی ہے کہ اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ نہ وہ دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور نہ ہی اپنی امت کی منتشر کا نہ حالت کو دیکھیں گے جیسا کہ مقدس انجیل سے بھی ثابت ہوتا ہے "تھوڑی دیر باقی ہے کہ دنیا مجھے پھر نہ دیکھے گی" (یوحنا ۱۴-۱۹) "میں آگے کو دنیا میں نہ ہوں گا" (یوحنا ۱۷-۱۱) لہٰذا ان کی وہ گواہی جو قرآن میں مذکور ہے سچی رہے گی کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کو ان کی زندگی میں خدا نہیں ٹھہرایا بلکہ ان کی وفات کے بعد جیسا کہ ان کے اس قول "پھر جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تو ہی ان پر نگہبان تھا" سے ثابت ہوتا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو اپنی وفات کے بعد اس بات کا کوئی علم نہیں کہ ان کی امت نے ان کی وفات کے بعد کیا کیا شرک کیا کہ اُن کی وفات کے بعد اُن کی امت نے کیا کیا بدعتیں نکالیں اور کون کونسے فتنے برپا کیے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲) حضرت آدمؑ کی طرح بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے یا حضرت مریمؑ کو بغیر مرد کے خدا کی قدرت سے حمل ہوا تھا۔ کیونکہ ایسے دلائل سے عیسائیوں کے غلط عقائد پر کوئی زد نہیں پڑ سکتی۔ دراصل عیسائیت کی بنیاد اس مبالغے پر ہے کہ حضرت مریم کنواری کو بغیر مرد کے چھونے کے حمل ہوا یہی وجہ ہے کہ جناب رسالت مآب نے عیسائیوں کو ایسا قاطع اور مدلل جواب دیا جس سے ان کی مذہب کی بنیاد کو ہی گرا دیا کہ حضرت مریمؑ نے اسی طریقہ سے حمل لیا جس طرح اور عورتیں لیتی ہیں۔ گویا حضرت مریمؑ کنواری نہ رہیں بلکہ شادی ہوئی اور اپنے خاوند سے ہی حمل لیا۔ اگر ان کو خدا کی قدرت سے بغیر نطفہ کے ہی یا کسی اور غیر معمولی طریقہ سے حمل ہوا ہوتا تو پھر آنحضرتؐ ان کے حمل کے متعلق دوسری عورتوں کے حمل کی مثال ہرگز نہ دیتے۔ اب رسول اللہؐ کے ایسے مدلل جواب کو جھٹلانا یقیناً ایک بوگس ایمان کا نشان ہے۔

Marfat.com

باب سوم

حضرت عیسیٰ کی تعلیم اور غلو کرنے والے عیسائیوں کی تعلیم کا موازانہ

حقیقتہً عیسائی حضرت عیسیٰ کے متعلق بہت سے مبالغے کرتے ہیں اور انھیں اپنا معبود بنا کر ان کی عبادت کرتے ہیں اور ان سے اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں اور اپنی مشکلات میں اُن سے دعائیں مانگتے ہیں[ا]۔ حالانکہ انجیل شریف اور قرآن مجید دونوں اس پر متفق ہیں کہ حضرت مسیحؑ کو نفع اور نقصان پہنچانے کا کوئی اختیار نہ تھا۔ ذیل کی آیات اس پر شاہد ہیں
"اس وقت زبدی کے بیٹوں کی ماں نے اپنے بیٹوں کے ساتھ اُس کے سامنے

ا۔ ایسا کرنے پر اہل اسلام عیسائیوں کو تو کافر کہتے ہیں جس کے ثبوت میں یہ آیت بھی پیش کرتے ہیں: اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْٓ اَوْلِیَآءَ ؕ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِیْنَ نُزُلًا۔ (الکہف ع ۱۲) تو کیا جو کافر ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ میرے مقابل میں میرے بندوں کو کارساز بنائیں ہم نے دوزخ کو کافروں کے لیے (جسمانی کے طور پر) تیار کیا ہے (۱۸-۱۰۲) مگر افسوس! وہ مسلمان جو نبیوں، ولیوں اور پیروں سے اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں۔ اور ان سے دعائیں مانگتے ہیں اور انہیں اپنی مشکلات میں پکارتے ہیں۔ ہرگز اسی آیت کو اپنے اوپر چسپاں نہیں کرتے۔ حالانکہ صاف ظاہر ہے کہ جب جرم مساوی ہے تو پھر سزا مساوی کیوں نہ ہو۔ کیا ایسے مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ وہ جہنم میں نہ جائیں گے۔ حقیقتہً ایسے مسلمان اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ جب اللہ تعالیٰ عیسائیوں کو حضرت عیسیٰ سے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰ پر)

Marfat.com

سجدہ کیا اور اس سے کچھ عرض کرنے لگی۔ اس نے اس سے کہا تو کیا چاہتی ہے؟ اس نے اس سے کہا فرما کہ یہ میرے دونوں بیٹے تیری بادشاہی میں تیری دہنی اور بائیں طرف بیٹھیں۔ یسوع نے جواب میں کہا ۔۔۔۔ اپنے دہنے بائیں کسی کو بٹھانا میرا کام نہیں مگر جن کے لیے میرے باپ کی طرف سے تیار کیا گیا اُن ہی کے لیے ہے" (متی ۲۰۔۲۰ تا ۲۳) اسی طرح قرآن پاک بھی کہتا ہے کہ حضرت مسیح کو نفع اور نقصان دینے کا کوئی اختیار نہ تھا۔

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ (المائدہ ع ۱۰)

کہہ کیا تم اللہ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہو جس کو نہ تمہارے نقصان کا اختیار ہے اور نہ نفع کا اور اللہ ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔ (۵۔۷۶)

بلاشبہ مقدس بائبل کی پُر حکمت اور نصیحت آمیز تعلیم کو بہت بری طرح بگاڑا گیا ہے جس کے ثبوت میں ذیل کی آیات پیش کی جاتی ہیں:

(۱)۔ "تم کیونکر کہتے ہو کہ ہم تو دانش مند ہیں اور خداوند کی شریعت ہمارے پاس ہے؟ لیکن دیکھ لکھنے والوں کے باطل قلم نے بطالت پیدا کی ہے۔" (یرمیاہ ۸۔۸)

(۲)۔ پر خداوند کی طرف سے بارِ نبوت کا ذکر تم کبھی نہ کرنا۔ اس لیے کہ ہر ایک آدمی کی اپنی ہی باتیں اُس پر بار ہوں گی۔ کیونکہ تم نے زندہ خدا ربُّ الافواج ہمارے خدا کے کلام کو بگاڑ ڈالا ہے۔"[ا] (یرمیاہ ۲۳۔۳۶)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹) دعائیں مانگنے پر کافر ٹھہراتا ہے تو پھر ولیوں اور پیروں سے دعائیں مانگنے والوں کو کیونکر کافر نہ ٹھہرائیے۔

[ا]۔ چونکہ مقدس بائبل کی تعلیم کو بگاڑا گیا ہے۔ اس لیے قرآن کریم بطور مصدق اور مہیمن کے نازل کیا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ (البقرہ) اور ہم نے تیری طرف کتاب حق کے ساتھ (بقیہ صفحہ ۳۱ پر)

(۳)۔ اور یہ بھی بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کیے اگر وہ جدا جدا لکھے جاتے تو میں سمجھتا ہوں کہ جو کتابیں لکھی جاتیں اُن کے لیے دنیا میں گنجائش نہ ہوتی۔ (یوحنا ۲۱-۲۵)

(۴)۔ کیونکہ ہمارا علم ناقص ہے اور ہماری نبوت ناتمام جب کامل آئے گا تو ناقص جاتا رہیگا۔ (اکرنتھیوں ۱۳-۹،۱۰)

(۵)۔ غرض پہلا حکم کمزور اور بے فائدہ ہونے کے سبب سے منسوخ ہوگیا۔ (عبرانیوں ۷-۱۸)

(۶)۔ آئندہ کو صرف پانی ہی نہ پیا کر بلکہ اپنے معدہ اور اکثر کمزور رہنے کی وجہ سے ذرا سی مے بھی کام میں لایا کر (اتمتھیس ۵-۲۳)

(۷)۔ دیکھو میں پولُس تم سے کہتا ہوں کہ اگر تم ختنہ کراؤ گے تو مسیح سے تم کو کچھ فائدہ نہ ہوگا" (گلتیون ۵-۲)

حالانکہ حضرت مسیح کا ختنہ کرایا گیا تھا جب آٹھ دن پورے ہوئے اور اُس کے ختنہ کا وقت آیا تو اس کا نام یسوع رکھا گیا۔ (لوقا ۲-۲۱) غرضیکہ عیسائیوں نے اپنے باطل عقائد اور مبالغوں کی خاطر حضرت عیسیٰ کی تعلیم کو خوب بگاڑا۔ چنانچہ اُن کی صحیح تعلیم اور غلو کرنے والے عیسائیوں کی غلط تعلیم کا موازنہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ ایک تو عیسائی اس آیت "سب باتوں کو آزماؤ جو اچھی ہو اسے پکڑے رہو" اتھسلنیکیوں (۵-۲۱) پر عمل کر کے صحیح تعلیم کو اختیار کرلیں اور دوسرے لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ کس دلیری کے ساتھ حضرت مسیحؑ کی تعلیم کو بگاڑا گیا ہے۔ چونکہ صحیح تعلیم کو بگاڑنا ایک بڑا بھاری جرم ہے۔ اس لیے ایسے لوگوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵) اتاری اس کی تصدیق کرتی ہوئی جو اس سے پہلے کتاب میں سے ہے اور اس پر نگہبان (۵-۴۸) بلا شبہ قرآن مجید سابقہ کتب کا محافظ ہے۔ ان کی اصلی تعلیم کی حفاظت کرتا ہے اور جو اُن میں تحریف ہوئی اس کو غلط ٹھہراتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھ لیجیے کہ جس بات کی قرآن حکیم تصدیق کر دے وہ تو سچی اور جس بات کی تردید کر دے وہ قطعاً جھوٹی۔ کیونکہ یہ کامل کتاب ہے، بائبل کی طرح ناقص نہیں۔

کو احادیث شریف میں "المسیح الدجال" کے نام سے پکارا گیا ہے اور ان کے فتنہ سے بچنے کے لیے یہ دعا بھی سکھلائی گئی ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ۔ "اے اللہ میں مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ) دراصل مسیح دجال وہی شخص ہوتا ہے جو حضرت مسیح کی صحیح تعلیم کو بگاڑ کر لوگوں کو غلط راستے پر ڈالے اور انہیں گمراہ کرے۔ مثلاً حضرت مسیحؑ نے ساٹھ مرتبہ سے بھی زیادہ اپنے آپ کو ابن آدم ہی کہا۔ اب جو لوگ انہیں خدا کا بیٹا یا اللہ کا معجزہ ٹھہراتے ہیں وہ مسیح دجال ہیں۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ باوجود ایسی دعا سکھلائے جانے کے پھر بھی اکثر مسلمان عیسائیوں کی طرح حضرت عیسیٰ کی نسبت مبالغہ کرتے ہیں۔ اور حضرت مسیحؑ کی تعلیم کو چھوڑ کر غلو اور مبالغہ کرنے والے عیسائیوں کی تعلیم کو فوراً مان لیتے ہیں اور انہیں کے عقائد رکھتے ہیں۔ جو سراسر نہ صرف قرآن مجید بلکہ مقدس بائبل کی تعلیم کے بھی خلاف ہیں۔ ذیل کے موازنہ پر خوب غور کیجئے۔

حضرت مسیحؑ کی تعلیم	غلو کرنیوالے عیسائیوں کی تعلیم
(۱) حضرت مسیحؑ ایک انسان تھا۔ "اے اسرائیلیو! یہ باتیں سنو کہ یسوع ناصری ایک انسان تھا جس کا خدا کی طرف سے ہونا تم پر ان معجزوں اور عجیب کاموں اور نشانوں سے ثابت ہوا جو خدا نے اس کی معرفت تم کو دکھائے" (اعمال ۲-۲۲)	(۱) حضرت مسیحؑ (نعوذ باللہ) خدا تھا۔ "کیونکہ الوہیت کی ساری معموری اسی میں مجسم ہو کر سکونت کرتی ہے۔ (کلسیوں ۲-۹) "مطلب یہ ہے کہ خدا نے مسیح میں ہو کر اپنے ساتھ دنیا کا میل ملاپ کر لیا۔ (کرنتھیوں ۵-۱۹) صاف صاف ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ مسیح میں حلول کر محدود ہو گیا۔
(۲) حضرت مسیح کا باپ تھا۔ "ابن آدم[1] کھاتا پیتا آیا" (متی ۱۱-۱۹)	

[1] عیسائی تو ابن آدم کا ترجمہ Son of man ہی کرتے ہیں مگر مسلمان Son of woman

حضرت مسیح کی تعلیم

وہ اسے دیکھ کر حیران ہوئے اور اس کی ماں (مریم) نے اسے (مسیح) سے کہا بیٹا! تُو نے کیوں ہم سے ایسا کیا؟ دیکھ تیرا باپ اور میں کڑھتے ہوئے تجھے ڈھونڈتے تھے۔" (لوقا ۲-۴۸)

"پس نبی ہو کر اور یہ جان کر خدا نے مجھ سے قسم کھائی کہ تیری نسل سے مسیح کو تیرے تخت پر بٹھاؤں گا (اعمال ۲-۳۰)

"خداوند یسوع مسیح جسم کے اعتبار سے تو داؤد کی نسل سے پیدا ہوا (رومیوں ۱-۲)

(۳) حضرت مسیح یوسف کا بیٹا تھا۔ فلپس نے نتن ایل سے مل کر اس سے کہا کہ جس کا ذکر موسیٰؑ نے توریت میں اور نبیوں نے کیا ہے وہ ہم کو مل گیا وہ یوسف کا یسوع ناصری ہے۔ (یوحنا ۱-۴۵)

غلو کرنیوالے عیسائیوں کی تعلیم

(۲) حضرت مسیحؑ کا باپ نہ تھا

"اب یسوع مسیح کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہو گئی تو ان کے اکٹھے ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی (متی ۱-۱۸)

یہ آیت (اعمال ۲-۳۰) کی پیش گوئی کے قطعاً خلاف ہے کیونکہ حضرت مسیحؑ کو داؤد کی نسل سے پیدا کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت مسیحؑ داؤد کی پیش گوئی کے مطابق باپ سے پیدا ہوئے۔ جیسا کہ سینٹ پال لکھتا ہے۔

(۳) حضرت مسیح (نعوذ باللہ) خدا کا بیٹا تھا" جو محبت خدا کو ہم سے ہے۔ وہ اس سے ظاہر ہوئی کہ خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے کو دنیا میں بھیجا ہے تاکہ ہم اس کے سبب سے زندہ رہیں (۴-۹)

بقیہ حاشیہ صفحہ (۳۲) کرتے ہیں تاکہ حضرت مسیح کا باپ ثابت نہ ہونے پائے مگر قرآنی الفاظ یا بنی آدم کا ترجمہ بجائے عورت کی اولاد کے آدم کی اولاد ہی کرتے ہیں اور سب لوگوں کا باپ مان لیتے ہیں مگر جب حضرت مسیحؑ خود اپنے آپ کو ابن آدم کہہ کر پکارتے ہیں تو پھر یہ (بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۳۹)

Marfat.com

(۴) حضرت مسیح خدا کے برابر نہ تھا۔
میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ نوکر اپنے مالک سے بڑا نہیں ہوتا اور نہ بھیجا ہوا اپنے بھیجنے والے سے (یوحنا ۱۳-۱۶) کیونکہ باپ مجھ سے بڑا ہے (یوحنا ۱۴-۲۸)

(۵) حضرت مسیحؑ کو کچھ اختیار نہ تھا۔
"لیکن اپنے داہنے بائیں کسی کو بٹھانا میرا کام نہیں۔ مگر جن کے لیے میرے باپ کی طرف سے تیار کیا گیا اُن ہی کے لیے ہے"
(متی ۲۰-۲۳)

(۶) حضرت مسیح کی بادشاہی نہیں
"یسوع نے جواب دیا کہ میری بادشاہی اس دنیا کی نہیں۔ اگر میری بادشاہی دنیا کی

(۴) حضرت مسیح خدا کے برابر تھا۔
"میں اور باپ ایک ہیں" (یوحنا ۱۰:۳۰)
اس لیے اگرچہ خدا کی صورت پر تھا۔ خدا کے برابر ہونے کو قبضہ میں رکھنے کی چیز نہ سمجھا (فلپیون ۲-۶)

(۵) حضرت مسیحؑ کو سب اختیار تھا۔
باپ بیٹے سے محبت رکھتا ہے اور اس نے سب چیزیں اُس کے ہاتھ میں دے دی ہیں۔"
(یوحنا ۳-۳۵)

(۶) حضرت مسیح کی بادشاہی ہوگی۔
- وہ بزرگ ہوگا اور خدا تعالیٰ کا بیٹا کہلائے گا اور خداوند تعالیٰ اُس کے باپ داؤد کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸) کہہ دیتے ہیں کہ ان کا باپ نہ تھا اسی کا نام دجالیت ہے جو ایسے مسلمانوں کو عیسائیوں کے ورثہ میں ملی ہے علاوہ ازیں حسب قرآنی الفاظ "یا بنی اسرائیل" (سورہ بقرع ۵) کی رو سے تمام اسرائیلیوں کا باپ مانا جاتا ہے اور حضرت مسیحؑ بھی ایک اسرائیلی تھے تو پھر ان کا باپ ماننے سے کیوں انکار کیا جاتا ہے جب کہ ان کی والدہ محترمہ خود یوسف اسرائیلی کو ان کا باپ ٹھہراتی ہے۔۔۔ (لوقا ۲-۴۸)
حضرت مسیحؑ تو خود کہتے ہیں کہ میں آدم کا بیٹا ہوں مگر عیسائی یہ کہتے ہیں کہ وہ خدا کا بیٹا تھا جس پر یہ مثال صادق آتی ہے۔ "مدعی سست اور گواہ چست"۔ حالانکہ حضرت مسیحؑ نے عمر بھر کبھی یہ نہیں کہا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں۔

Marfat.com

ہوتی تو میرے خادم لڑتے تاکہ میں یہودیوں کے حوالہ نہ کیا جاتا مگر اب میری بادشاہی یہاں کی نہیں۔"

(یوحنا ۱۸ - ۳۶)

(۷) حضرت مسیحؑ صلیب پر نہ مرے۔ "اس نے اپنی بشریت کے دنوں میں زور زور سے پکار کر اور آنسو بہا بہا کر اسی سے دعائیں اور التجائیں کیں جو اس کو موت کے منہ سے بچا سکتا تھا اور خدا ترسی کے سبب سے اس کی سنی گئی (عبرانیوں)۔

صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیحؑ کی دعائیں سنی گئیں اور وہ صلیب کی موت سے بچ گئے چنانچہ صلیب کے واقعہ کے بعد انھوں نے اپنے زخمی نشان بھی دکھائے یہ آیت اس پر گواہ ہے "پھر اس نے توما سے کہا اپنی انگلی پاس لا کر میرے ہاتھوں کو دیکھ کر اور اپنا ہاتھ پاس لا کر میری پسلی میں ڈال اور بے اعتقاد نہ ہو بلکہ اعتقاد رکھ۔" (یوحنا ۲۰ - ۲۷) کہ میں صلیب پر نہیں مرا اور نہ میں لعنتی ہوا۔ گویا میں خدا کا مقرب ہوں۔

---

(۸) حضرت مسیحؑ گناہوں کا کفارہ نہ تھا۔

تخت اسے دے گا اور وہ یعقوب کے گھرانے پر ابد تک بادشاہی کرے گا۔ اور اس کی بادشاہی کا آخر نہ ہوگا۔

(لوقا ۱ - ۳۲ - ۳۳)

(۷) حضرت مسیحؑ صلیب پر مر گئے۔ "یسوع نے پھر بڑی آواز سے چلا کر جان دے دی۔" (متی ۲۷ - ۵۰) "پھر یسوع نے بڑی آواز سے پکار کر کہا اے باپ! میں اپنی روح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں اور یہ کہہ کر دم دے دیا" (لوقا ۲۳ - ۴۶)

"مسیح جو ہمارے لیے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔ کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے (گلیتون ۳ - ۱۳)" "کیونکہ جو پھانسی دیا جاتا ہے وہ خدا کا ملعون ہے" (استثناء ۲۱ - ۲۳)

عیسائی کہتے ہیں کہ صلیب پر مرنے کی وجہ سے حضرت مسیحؑ لعنتی ہوئے گویا خدا کی رحمت سے دور ہو گئے اور صلیب کی موت سے بچنے کی دعائیں قبول نہ ہوئیں۔

(۸) حضرت مسیحؑ گناہوں کا کفارہ تھا۔

Marfat.com

"کیا تم نہیں جانتے کہ بدکار خدا کی بادشاہی کے وارث نہ ہوں گے۔ فریب نہ کھاؤ نہ حرام کار خدا کی بادشاہی کے وارث ہونگے نہ بت پرست نہ زنا کار، نہ عیاش نہ لونڈے باز۔ نہ چور۔ نہ لالچی نہ شرابی نہ گالیاں بکنے والے نہ ظالم" (اکرنتھیوں ۶-۹/۱۰) "بلکہ تو اپنی سختی اور غیر تائب دل کے مطابق اس قہر کے دن کے لیے اپنے واسطے غضب کما رہا ہے جس میں خدا کی سچی عدالت ظاہر ہوگی۔ وہ ہر ایک کو اس کے کاموں کے موافق بدلہ دے گا (رومیوں ۲-۵، ۶) کیونکہ حق کی پہچان حاصل کرنے کے بعد اگر ہم جان بوجھ کر گناہ کریں تو گناہوں کی کوئی اور قربانی باقی نہیں رہی ہاں عدالت کا ایک ہولناک انتظار اور غضب ناک آتش باقی ہے جو مخالفوں کو کھالے گی (عبرانیوں ۱۰-۲۶)

---

(۹) حضرت مسیح آسمان پر نہیں اٹھائے گئے

"اور میں اگر زمین سے اونچے پر چڑھ جاؤں گا تو سب کو اپنے پاس کھینچوں گا"

"چنانچہ ابن آدم اس لیے نہیں آیا کہ خدمت لے بلکہ اس لیے کہ خدمت کرے اور اپنی جان بہتیروں کے بدلے فدیہ میں دے" (متی ۲۰-۲۸)

"دوسرے دن اس نے یسوع کو اپنی طرف آتے دیکھ کر کہا۔ دیکھو یہ خدا کا برہ ہے جو دنیا کا گناہ اٹھالے جاتا ہے"۔ (یوحنا ۱-۲۹)

"اور وہی ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے اور نہ صرف ہمارے ہی گناہوں کا بلکہ تمام دنیا کے گناہوں کا بھی (یوحنا ۲-۲)۔

"یہ بات سچ اور ہر طرح سے قبول کرنے کے لائق ہے کہ یسوع مسیح گنہگاروں کو نجات دینے کے لیے دنیا میں آیا جن میں سب سے بڑا میں ہوں" (اتیمتھیس ۱-۱۵)

بلاشبہ کفارہ کا مسئلہ ہی غلط ہے کیونکہ حضرت مسیح کی پیدائش سے پہلے لوگوں کے لیے کوئی کفارہ نہ تھا وہ کیونکر نجات پائیں گے؟

(۹) حضرت مسیح آسمان پر اٹھائے گئے

"غرض خداوند یسوع ان سے کلام کرنے کے بعد آسمان پر اٹھایا گیا اور خدا کی دہنی

(یوحنا ۱۲-۳۲) صاف ظاہر ہے کہ نہ
حضرت مسیح آسمان پر اٹھائے گئے اور
نہ ہی کسی کو اپنی طرف کھینچا۔

(۱۰) حضرت مسیح آسمان سے نہیں اتریں
گے اور میں باپ سے درخواست کرونگا
تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد
تک تمہارے ساتھ رہے۔
(یوحنا ۱۴-۱۶)

"تھوڑی دیر باقی ہے کہ دنیا مجھے پھر نہ
دیکھے گی" (یوحنا ۱۴-۱۹)

"راستبازی کے بارے میں اس لیے
کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم
مجھے پھر نہ دیکھو گے (۱۶-۱۰)

"میں آگے کو دنیا میں نہ ہوں گا (یوحنا ۱۷-۱۱)

طرف بیٹھ گیا (مرقس ۱۶-۱۹) خدا جانے
آسمان پر دیکھنے کون گیا تھا کہ حضرت مسیح
کس طرف بیٹھے اور کس نے آکر بتلایا۔

(۱۰) حضرت مسیح آسمان سے اتریں گے
"اے گلیلی مردو! تم کیوں کھڑے آسمان
کی طرف دیکھتے ہو؟ یہی یسوع جو تمہارے
پاس سے آسمان پر اٹھایا گیا ہے اسی
طرح پھر آئے گا۔

جس طرح تم نے اُسے آسمان پر جاتے
دیکھا ہے (اعمال ۱-۱۱) "دیکھو وہ بادلوں
کے ساتھ آنے والا ہے اور ہر ایک
آنکھ اسے دیکھے گی اور جنھوں نے اُسے
چھیدا تھا وہ بھی دیکھیں گے (مکاشفہ ۱-۷)
چھیدنے والے تو بغیر دیکھے ہی مر گئے مگر
حضرت مسیح نہ آئے اور نہ ہی کبھی آئیں گے۔ ان کی انتظاری کرنا بالکل عبث ہے۔

حقیقتہً موجودہ اناجیل سن سنا کر لکھی گئی ہیں یہی وجہ ہے کہ انجیلوں کے مصنف بھی بہت سے ہیں۔ یہ آیات اس پر گواہ ہیں۔ "چونکہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں ان کو ترتیب وار بیان کریں جیسا کہ انھوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے اُن کو ہم تک پہنچایا اس لیے اے معزز تھیفلس میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک کرکے ان کو تیرے لیے ترتیب سے لکھوں تا کہ جن باتوں کی تُو نے تعلیم پائی

Marfat.com

ہے اُن کی پختگی مجھے معلوم ہو جائے۔ (لوقا ۔ ۱ ۔ ۱ تا ۴)

بلا شبہ جو انجیل حضرت مسیحؑ کو دی گئی تھی اس کی تعلیم کے ساتھ بہت سے انسانوں کی کلام بھی مل گئی جس کے ثبوت میں بطور مثال کے ذیل کی آیات پیش کی جاتی ہیں (۱) جو چوغہ میں نرہ آس میں کرپس کے ہاں چھوڑ آیا ہوں۔ جب تو آئے تو وہ اور کتابیں خاص کر رُق کے طومار لیتا آیو۔ سکندر ٹھٹھیرے نے مجھ سے بہت برائیاں کیں (۲ تیمتھس ۴۔۱۳) (۲) اراستس کرنتھس میں رہا اور ترفمس کو میں نے میلتیس میں بیمار چھوڑا۔ جاڑوں سے پہلے میرے پاس آجانے کی کوشش کر (۲ تیمتھیس ۴۔ ۲۰) (۳) محبت سے بوسہ لے لے کر آپس میں سلام کرو (۱ پطرس ۵۔۱۴) یہی وجہ ہے کہ موجودہ اناجیل میں بہت سی متضاد باتیں پائی ہیں۔ اگر علمائے اسلام انجیلوں کی تعلیم کو قرآنی آیات کی کسوٹی پر پرکھتے اور جانچتے تو انھیں صاف معلوم ہو جاتا کہ کون سی تعلیم صحیح ہے اور کون سی غلط۔ چونکہ یہ ایک نہایت اہم کام تھا۔ لہٰذا انھوں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی بلکہ قرآنی آیات کی غیر معقول تاویلات کر کے عیسائیوں کے باطل عقائد اور مبالغوں کی تائید ہی کرتے رہے جو ان کے لیے ایک نہایت ہی آسان کام تھا مثلاً (۱) وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ (مریم ع ۲) سے یہ نتیجہ نکال لیا کہ حضرت مریم عمر بھر کنواری رہیں۔ (۲) فَحَمَلَتْهُ (مریم ع ۲) سے یہ استدلال کر لیا کہ حضرت مریم کو بغیر مرد کے خدا کی قدرت سے حمل ہوا اور حضرت عیسٰی بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ (۳) بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (النساء ۲۲) کی یہ تاویل کر لی کہ حضرت عیسٰی بہ جسدِ عنصری آسمان پر اٹھائے گئے۔ (۴) وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ (الزخرف ع ۶) کی یہ تفسیر کر دی کہ حضرت عیسٰی دوبارہ دنیا میں آئیں گے (۵) وَاُحْيِ الْمَوْتٰى (آل عمران ع ۵) ـــــــــ کا یہ مطلب بیان کر دیا کہ حضرت عیسٰی مردوں کو زندہ کر کے قبروں سے نکالتے تھے۔ (۶) غرضیکہ ایسی غیر معقول اور غلط تاویلات کا ایک نتیجہ تو یہ نکلا کہ اشاعتِ اسلام تو رک گئی اور اشاعتِ عیسویت دنیا میں بڑھ گئی۔ کیونکہ عیسائیوں کے باطل عقائد اور مبالغوں

کی تردید کرنے والے تو اہلِ اسلام ہی تھے مگر بدقسمتی سے وہی ان کی تائید کرنے والے بن گئے۔ اب جس غلط مذہب کی تائید کرنے والے چالیس کروڑ مسلمان ہوں وہ بھلا کیونکر دنیا میں ترقی نہ کرے۔ عقلمند حضرات کے لیے غور کرنے کا موقعہ ہے (دوسرا یہ) کہ عیسائی مسلمانوں میں اپنا مذہب پھیلانے میں تو بہت جلد کامیاب ہو جاتے ہیں مگر اہلِ اسلام عیسائیوں میں اتنے کامیاب نہیں ہوتے۔ چنانچہ تیرہ سو سال میں دوسری قوموں میں تو اسلام خوب پھیلا۔ مگر یورپ اور امریکہ کے عیسائیوں میں نہ پھیل سکا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت مریمؑ اور حضرت مسیحؑ کے متعلق عام طور پر مسلمانوں کے وہی عقائد ہیں جو عیسائیوں کے ہیں۔ لہٰذا ان میں تبلیغ کیا کریں۔ (تیسرا یہ) کہ علمائے اسلام نے عیسائیوں کے مبالغوں کی قرآنی آیات کی غلط اور بے جا تاویلات سے تصدیق کر کے برادرانِ اسلام کو عیسائی مذہب کے دروازہ پر لا کر کھڑا کر دیا اور عیسائیوں نے یہ الفاظ "چونکہ حضرت مریمؑ کو روح القدس کی قدرت سے بغیر مرد کے حمل ہوا لہٰذا حضرت مسیحؑ خدا کا بیٹا" کہہ کر اپنے مذہب کا پھاٹک اہلِ اسلام کے لیے کھول دیا اور لاکھوں مسلمانوں کو جو یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حضرت مریمؑ کو اللہ تعالیٰ کی قدرت[له] سے بغیر مرد کے حمل ہوا۔ عیسائی بنا لیا جنھوں نے عیسائیوں کے ساتھ متفق ہو کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ حضرت مسیحؑ خدا کا بیٹا۔ اور دلیل یہ پیش کر دی کہ جس نے حمل کیا بیٹا اسی کا۔ گویا ایسے مسلمان اسلام کی حالت میں تو حضرت مریمؑ کے حمل کو بجائے کسی انسان کی طرف منسوب کرنے کے خدا کی طرف منسوب

له۔ بلاشبہ دنیا بھر کی عورتوں کو خدا کی قدرت سے ہی حمل ہوتا ہے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ ان کے خاوند نہیں ہوتے۔ چنانچہ حضرت مریمؑ نے بھی اسی طرح حمل کیا جیسے دوسری عورتیں لیتی ہیں (قول رسول اللہؐ تفسیر آل عمران، روح المعانی) مگر افسوس آنحضرتؐ کا یہ ارشاد مبارک عیسائیوں اور مسلمانوں کی سمجھ میں نہیں بیٹھتا۔ حالانکہ یوسف کو مریمؑ کا شوہر قرار دیا گیا ہے۔ "یہ (یوسف) اس مریمؑ کا شوہر تھا جس سے یسوع پیدا ہوا جو مسیح کہلاتا ہے" (متی ۱-۱۶)

Marfat.com

کرتے رہے۔ مگر اُس حمل سے پیدا شدہ حضرت مسیحؑ کی ابنیت کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے سے قاصر رہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ سمجھ لیجئے کہ مسلمانی کی حالت میں تو ایسے مسلمانوں کو اتنا بھی علم نہ ہو سکا کہ حضرت مسیحؑ کی ولدیت کو کس طرف منسوب کریں۔ حالانکہ بیٹا ہمیشہ حمل کرنے والے کا ہوتا ہے مگر عیسائی مذہب قبول کرنے کے بعد ایسے مسلمانوں کو فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ جس ہستی نے حضرت مریمؑ کو حمل کیا وہی حضرت عیسٰیؑ کا باپ تھا۔ لہٰذا وہ خدا کا بیٹا۔ صاف ظاہر ہے کہ اسلام نے حضرت عیسٰیؑ کے باپ کا کوئی پتہ نہ دیا[1] مگر عیسائی مذہب نے بتلا دیا۔ گویا اسلام کی کمی عیسائی مذہب نے پورا کر دیا۔

(۳)۔ حقیقتہً یہ تمام قصور مذہبی راہ نماؤں کا ہے جو اتنا بھی نہیں سوچتے کہ قرآنی آیات کی بے جا تاویلات عیسائیوں کو اپنے غلط عقائد کی اشاعت میں بڑی مدد پہنچا رہی ہیں چنانچہ جب سے مسلمانوں نے عیسائیت سے ٹکر کھائی ہے یہ اشاعتِ اسلام کو نقصان ہی پہنچا رہے ہیں اور اتنا بھی غور نہیں کرتے کہ عیسائیوں کے باطل عقائد کی تائید کر کے وہ خدمتِ عیسویت کر رہے ہیں یا خدمتِ اسلام (چوتھا یہ) کہ عیسائیوں

---

[1] چنانچہ اہلِ اسلام صدیوں سے عیسائیوں کی نقل کر کے یہی رٹ لگا رہے ہیں کہ حضرت مسیحؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ حالانکہ جو بچہ حمل سے پیدا ہوتا ہے اس کی نسبت یہ کہنا کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوا کوئی عقلمندی نہیں۔ کیونکہ جو بچہ حمل سے پیدا ہوتا ہے اس کا باپ ضرور ہوتا ہے اور اس کا باپ وہی ہوتا ہے جس نے اس کی ماں کو حمل کیا۔ بہر حال عیسائیوں کو مسلمانوں کے اس عقیدے پر کہ حضرت عیسٰیؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے یہ کہنے کا موقع مل جاتا ہے کہ جس کا باپ نہیں ہوتا اس کا باپ خدا ہوتا ہے جیسے آدمؑ کا باپ خدا تھا (لوقا ۳۔ ۳۸) غرضیکہ عیسائی ہر طرح سے مسلمانوں پر غالب ہی رہتے ہیں۔ حالانکہ اسلام کو تمام دینوں پر غالب کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ (الفتح ع ۴) کے الفاظ پر غور کیجئے۔

Marfat.com

کو یہ کہنے کا موقع مل جاتا ہے کہ اگر ہمارے عقائد غلط ہوتے تو پھر نہ تو ان کی تائید قرآنی آیات سے کی جاتی اور نہ ہی مسلمان خود ایسے عقائد اختیار کرتے۔ دراصل ایسے مسلمان عیسائی مذہب کی اشاعت کے لیے ففتھ کالم کا کام دے رہے ہیں (پانچواں یہ) کہ عیسائی حضرت مسیحؑ کی اُلوہیت اور ابنیت کے ثبوت میں ایسی غلط اور غیر معقول تاویلات کو بطور دلائل کے استعمال کرتے ہیں اور مسلمانوں کو لاجواب کر دیتے ہیں۔ مثلاً عیسائی یہ کہتے ہیں کہ جب خدا کا کلام انسانی کلام سے افضل ہوتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ خدائی حمل سے بغیر نطفہ کے پیدا شدہ رسول انسانی حمل سے نطفہ کے ذریعے پیدا شدہ رسول سے افضل نہ ہو۔ چونکہ حضرت مسیحؑ غیر معمولی انسان تھے اور حضرت محمدؐ معمولی۔ لہٰذا حضرت مسیحؑ کے بالمقابل حضرت محمدؐ پر ایمان لانے کی کوئی حاجت نہیں۔ کیونکہ حضرت عیسٰی بقول مسلمانوں کے بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے خدا کا معجزہ تھے اور حضرت محمدؐ باپ کے ذریعہ پیدا ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا معجزہ نہ تھے۔ لہٰذا افضل کو چھوڑ کر ادنیٰ پر کس واسطے ایمان لائیں۔ غرضیکہ آج تک کوئی مسلمان عیسائیوں کے باطل عقائد اور مبالغوں کی تردید نہ کر سکا۔ سوائے سر سید احمد خان مرحوم اور مغفور کے۔ جس نے کھلے لفظوں میں علانیہ یہ کہہ دیا کہ حضرت مسیحؑ کا باپ یوسف تھا۔ جیسا کہ ان کی والدہ محترمہ کہتی ہیں (لوقا ۲-۴۸) کیونکہ وہ انسانی نطفہ سے ہی پیدا ہوتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ○ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ○ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ○	پس انسان دیکھے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ گرائے ہوئے پانی سے پیدا ہوا ہے جو پیٹھ اور پسلیوں کے بیچ میں نکلتا ہے۔ (۸۶-۵، ۶، ۷)

اب حضرت مسیحؑ کی پیدائش کو نطفہ سے نہ ماننا گویا قرآنی آیات کو جھٹلا کر اپنے

آپ کو اس آیت کا مصداق بنانا ہے:

وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ۔ (انبیاء ع ۱)

اور ہماری آیتوں کو جھوٹ قرار دیتے ہوئے جھٹلاتے تھے۔ (۷۸-۲۸)

Marfat.com

باب چہارم

خدا تعالیٰ کے صفات اور حضرت مسیحؑ کے اوصاف کا موازنہ

حقیقتہً عیسائیوں نے پہلے مشرکوں کی نقل کر کے حضرت مسیحؑ کو اُن کی وفات کے بعد اُن کا درجہ بڑھا کر اپنا خدا ٹھہرایا۔[1] اگر انھیں اللہ تعالیٰ کے صفات اور حضرت مسیحؑ کے اوصاف کا کوئی علم ہوتا۔ تو پھر ہرگز ایسا نہ کرتے۔ اب ان کی راہنمائی کے لیے ایسا موازنہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ انھیں اس بات کا علم ہو جانے کہ حضرت مسیحؑ میں خدائی صفات نہ تھے بلکہ وہ ایک بشر رسول ہی تھے کیونکہ خالق اور مخلوق میں ہمیشہ ایک نمایاں فرق ہوتا ہے:

(۱)

خدا تعالیٰ خالق ہے۔ "خدا نے ابتداء میں زمین اور آسمان کو پیدا کیا"۔ (پیدائش ۱-۱)

(۱)

حضرت مسیحؑ مخلوق تھے "اور یعقوب سے یوسف پیدا ہوا۔ یہ اُس مریم کا شوہر تھا جس سے یسوعؑ پیدا ہوا۔ جو مسیحؑ کہلاتا ہے"۔ (متی ۱-۱۶)

"اور خداوند خدا نے زمین کی مٹی سے[2] انسان کو بنایا اور اُس کے نتھنوں میں زندگی

---

[1] چونکہ نہ صرف ہندوستان میں ہندو رام چندر کو خدا کا اوتار مانتے تھے۔ بلکہ یورپ میں بھی کئی قومیں اپنے بزرگوں کو خدا کا اوتار یعنی مجسم خدا سمجھتے تھے لہٰذا عیسائیوں نے حضرت مسیحؑ کو خدا کا اوتار بنا لیا تھا جس کی غرض یہ تھی کہ ایسے لوگوں کو عیسائی مذہب اختیار کرنے میں آسانی ہو۔

Marfat.com

کا دم پھونکا۔ تو انسان جیتی جان ہوا" (پیدائش ۲-۷)

(۲)

"اے یوسف ابن داؤد اپنی بیوی مریم کو اپنے ہاں لے آنے سے نہ ڈر"

(متی ۱-۲۰)

(۳)

جو آسمانوں کو بادلوں سے ملبّس کرتا ہے جو زمین کے لیے مینہ تیار کرتا ہے جو پہاڑوں پر گھاس اُگاتا ہے۔" (زبور ۱۴۷-۸)

بلاشبہ خالق اور مخلوق کی صفات میں ایک نمایاں فرق ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مخلوق خالق کے برابر نہیں ہو سکتی۔

(۳)

پس یوسف بھی گلیل کے شہر ناصرۃ سے داؤد کے شہر بیت لحم کو گیا جو یہودیہ میں ہے اس لیے کہ وہ داؤد کے گھرانے اور اولاد سے تھا۔ تاکہ اپنی منگیتر مریم کے ساتھ جو حاملہ تھی نام لکھوائے۔ جب وہ وہاں تھے تو ایسا ہوا کہ اس کے وضع حمل کا وقت آپہنچا اور اس کا پہلوٹا[1] بیٹا پیدا ہوا۔ (لوقا ۲-۴ تا ۷)

(۴)

سننے والے کان اور دیکھنے والی آنکھ دونوں کو خداوند نے بنایا ہے" (امثال ۲۰-۱۲)

(۴)

جب آٹھ دن پورے ہوئے اور اس کے ختنہ کا وقت آیا تو اس کا نام یسوع رکھا گیا (لوقا ۲-۲۱)

---

[1] صاف ظاہر ہے کہ حضرت مریمؑ کے اور بیٹے بھی تھے۔

(۵)

"جس نے آسمان کو پیدا کیا اور تان دیا۔ جس نے زمین کو اور ان کو جو اس میں سے نکلتے ہیں، پھیلایا جو اس کے باشندوں کو سانس اور اس پر چلنے والے کو روح عنایت کرتا ہے۔" یسعیاہ ۴۲-۵)

(۵)

وہ روح کی ہدایت سے ہیکل میں آیا اور جس وقت ماں باپ اس لڑکے یسوع کو اندر لائے" (لوقا ۲-۲۷) اگر حضرت یسوع مسیح کا باپ نہ تھا تو پھر اس کے لیے باپ کا لفظ کیوں استعمال کیا گیا اور کس واسطے حضرت مریمؑ کو یوسف کی بیوی کہا گیا اور کیوں حضرت مسیح نے بار بار اپنے آپ کو ابن آدم کہا اور کیوں سینٹ پال نے یہ کہا کہ یسوع مسیح جسم کے اعتبار سے داؤد کی نسل سے پیدا ہوا (رومیوں ۱-۳) اور کس واسطے حضرت مسیحؑ کا نسب نامہ دیا گیا جب کہ اس کا باپ ہی نہ تھا حالانکہ نسب نامہ اسی شخص کا دیا جاتا ہے جس کا باپ ہوتا ہے کیونکہ نسب نامہ ہمیشہ مرد کی طرف سے چلتا ہے جیسا کہ یہودیوں میں بھی رواج تھا۔ اور کس واسطے حضرت مریم نے یوسف کو حضرت مسیحؑ کا باپ ٹھہرایا۔ (لوقا ۲-۴۸)

(۶)

"میں خداوند تمہارا قدوس، اسرائیل کا خالق تمہارا بادشاہ ہوں" (یسعیاہ ۴۳-۱۵)

(۷)

"خداوند تیرا خالق ہے جس نے رحم ہی سے تجھے بنایا" (یسعیاہ ۴۴-۲)

(۸)

"اور اس نے ایک ہی اصل سے آدمیوں کی ہر ایک قوم تمام روئے زمین پر رہنے کے لیے پیدا کی" (اعمال ۱۷-۲۶) جب یقیناً مسیحؑ نطفہ کی شکل میں اپنی ماں کے

Marfat.com

رحم یعنی حمل میں تھا تو خدا تعالیٰ نے اُسے بنایا اور اس کے نتھنوں میں زندگی کا دم پھونکا اور اس کے کان اور آنکھیں بنائیں۔ لہٰذا ایسا شخص خدا یا خدا کا اوتار کبھی نہیں ہوسکتا مگر افسوس یہ ایک آسان سا نکتہ بھی عیسائیوں کی سمجھ میں نہیں بیٹھتا۔

(۲)

خدا تعالیٰ پروردگار سب کا پالنے والا ہے (۱) جو حیوانات کو خوراک دیتا ہے اور کوّے کے بچوں کو جو کائیں کرتے ہیں" (زبور، ۱۴۷-۹)

(۲)

حضرت مسیحؑ کھاتے پیتے تھے (۱) "اور جب وہ گھر میں کھانا کھانے بیٹھا تھا تو ایسا ہوا کہ بہت سے محصول لینے والے اور گنہگار آکر یسوع اور اس کے شاگردوں کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے" (متی ۱۱-۹)

(۲)

ہوا کے پرندوں کو دیکھو کہ نہ بوتے ہیں نہ کاٹتے، نہ کوٹھیوں میں جمع کرتے ہیں تو بھی تمہارا آسمانی باپ ان کو کھلاتا ہے۔ کیا تم اُن سے زیادہ قدر نہیں رکھتے؟ (متی ۶-۲۶)

(۲)

"ابن آدم کھاتا پیتا آیا" (متی ۱۱-۱۹)

(۳)

"دوسرے دن جب وہ (مسیحؑ) بیت عنیاہ سے نکلے تو اسے بھوک لگی"، (مرقس ۱۱-۱۲) حضرت مسیحؑ کو بھوک کا لگنا اور اس کا کھانا پینا صاف ثابت کرتا ہے کہ وہ خدا نہ تھا۔ اگر وہ خدا ہوتا تو پھر کھانے پینے کا محتاج نہ ہوتا۔ بلکہ حوائج بشری سے بھی بالاتر ہوتا۔

(۳)

خدا تعالیٰ تھکتا نہیں (۱) "کیا تُو نے نہیں سُنا کہ خداوند خدا ہی ابدی اور تمام زمین کا خالق

Marfat.com

تھکتا نہیں اور ماندہ نہیں ہوتا۔" (یسعیاہ ۴۰-۲۸)

(۳)

حضرت مسیح تھک جاتے تھے (۱) "اور یعقوب کا کنواں وہیں تھا چنانچہ یسوع سفر سے تھکا ماندہ ہو کر اس کنوئیں پر یونہی بیٹھ گیا یہ چھٹے گھنٹے کے قریب تھا" (یوحنا ۴-۶)

(۴)

خدا تعالیٰ سوتا نہیں (۱) "خداوند کی آنکھیں ہر جگہ ہیں اور نیکوں اور بدوں کی نگران ہیں" (امثال ۱۵-۳)

(۴)

حضرت مسیح سو جاتے تھے (۱) "اور وہ خود پیچھے کی طرف گدی پر سو رہا تھا پس انھوں نے اُسے جگایا (مرقس ۴-۳۸)

(۵)

خدا تعالیٰ ٹھٹھوں میں نہیں اڑایا جاتا (۱) "فریب نہ کھاؤ، خدا ٹھٹھوں میں نہیں اڑایا جاتا۔ کیونکہ آدمی جو کچھ بوتا ہے وہی کاٹے گا۔" (گلتیوں ۶-۷)

(۵)

حضرت مسیح ٹھٹھوں میں اڑائے گئے (۱) "اور کانٹوں کا تاج بنا کر اس کے سر پر رکھا اور ایک سرکنڈا اس کے داہنے ہاتھ میں دیا اور اس کے آگے گھٹنے ٹیک کر اسے ٹھٹھوں میں اڑانے لگے کہ یہودیوں کے بادشاہ آداب! اور اس پر تھوکا اور وہی سرکنڈا لے کر اس کے سر پر مارنے لگے۔" (متی ۲۷-۲۹)

(۶)

خدا تعالیٰ کمزور اور عاجز نہیں (۱) "میں خدائے قادر ہوں" (پیدائش ۱۷-۱) (۲) "وہ بزرگوار اور قادر اور مہیب خدا ہے۔" (استثناء ۱۰-۱۷) (۳) "اے خداوند لشکروں

کے خدا تجھ سا زبردست کون ہے" (زبور ۸۹-۸) (۲) خداوند سلطنت کرتا ہے، وہ شوکت سے ملبّس ہے۔" (زبور ۹۳-۱)

(۶)

حضرت مسیحؑ کمزور اور عاجز تھے (۱) "اس پر انھوں نے اس کے منہ پر تھوکا اور اس کے مکے مارے اور بعض نے طمانچے مار کر کہا۔ اے مسیح ہمیں نبوت سے بتا کہ تجھے کس نے مارا؟" (متی ۲۶-۶۷) (۲) "اور جو آدمی یسوع کو پکڑے ہوئے تھے اور مارتے تھے" (لوقا ۲۲-۶۳) (۳) "یسوع کے آنسو بہنے لگے" (یوحنا ۱۱-۳۵) ان آیات کے تحت جب کبھی عیسائیوں سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ حضرت مسیحؑ مار کھاتے اور روتے وقت خدا تھا یا انسان تو پھر کوئی جواب نہیں دے سکتے۔

(۷)

خدا تعالیٰ دعائیں قبول کرتا ہے (۱) جب میں پکاروں تو مجھے جواب دے جب میں خداوند کو پکاروں گا تو وہ سن لے گا" (زبور ۴، ۱، ۳)

(۷)

حضرت مسیحؑ دعائیں مانگا کرتے تھے (۱) پھر ذرا آگے بڑھا اور منہ کے بل گر کر یوں دعا کی کہ اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے (متی ۲۶-۳۹)

(۸)

خدا تعالیٰ کا جسم نہیں (۱) "خدا روح ہے" (یوحنا ۴، ۲۴)

(۸)

حضرت مسیحؑ کا جسم تھا (۱) "میرے ہاتھ اور میرے پاؤں دیکھو کہ میں ہی ہوں مجھے چھو کر دیکھو، کیونکہ روح کے گوشت اور ہڈی نہیں ہوتی۔ جیسا مجھ میں دیکھتے ہو۔ (لوقا ۲۴-۳۹)۔

Marfat.com

(۹)

خدا کو سب اختیار ہے (۱) یسوع نے ان کی طرف نظر کر کے کہا یہ آدمیوں سے تو نہیں ہو سکتا لیکن خدا سے ہو سکتا ہے کیونکہ خدا سے سب کچھ ہو سکتا ہے (مرقس ۱۰-۲۷)

(۹)

حضرت مسیحؑ کو اختیار نہ تھا (۱) "لیکن اپنے داہنے بائیں کسی کو بٹھانا میرا کام نہیں مگر جن کے لیے میرے باپ کی طرف سے تیار کیا گیا اُن ہی کے لیے ہے (متی ۲۰-۲۳)

(۱۰)

خدا تعالیٰ آدم زاد نہیں (۱) اور نہ وہ (خدا) آدم زاد ہے۔ (گنتی ۲۳-۱۹) یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا نسب نامہ نہیں۔

(۱۰)

حضرت مسیحؑ آدم زاد تھے (۱) "اور جب وہ گلیل میں ٹھہرے رہتے تھے۔ یسوع نے ان سے کہا۔ ابن آدم آدمیوں کے حوالہ کیا جائے گا (متی ۱۷-۲۲) یہی وجہ ہے، کہ حضرت مسیح کا نسب نامہ متی اور لوقا میں دیا گیا۔

(۱۱)

خدا تعالیٰ پاک ہے (۱) "وہ قدوس ہے" (زبور ۹۹-۳) (۲) "پس تم اس طرح دعا کیا کرو کہ اے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے تیرا نام پاک مانا جائے" (متی ۶/۹) (۳) "اے قدوس باپ" (یوحنا ۱۷-۱۱)

(۱۱)

حضرت مسیحؑ لعنتی تھے (۱) "مسیحؑ جو ہمارے لیے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔" (گلتیوں ۳-۱۳)

Marfat.com

(۱۲)

خدا تعالیٰ عالم الغیب ہے (۱) کیونکہ میری آنکھیں ان کی سب روشوں پر لگی ہیں۔ وہ مجھ سے پوشیدہ نہیں ہیں اور ان کی بدکرداری میری آنکھوں سے چھپی نہیں (یرمیاہ ۱۶-۱۷) (۲) خداوند فرماتا ہے کیا میں نزدیک ہی کا خدا ہوں اور دور کا خدا نہیں ؟" (یرمیاہ ۲۳۔ ۲۴) کیا کوئی آدمی پوشیدہ جگہوں میں چھپ سکتا ہے کہ میں اسے نہ دیکھوں ؟ خداوند فرماتا ہے کیا زمین و آسمان مجھ سے معمور نہیں ہیں ؟ (یرمیاہ ۲۳۔ ۲۳، ۲۴)

(۱۲)

حضرت مسیحؑ عالم الغیب نہ تھے۔ (۱) "اس نے ان سے پوچھا تم ان سے کیا بحث کرتے ہو؟" (مرقس ۹-۱۶) (۲) "پس وہ اسے اس کے پاس لائے اور جب اس نے اسے دیکھا تو فی الفور روح نے اسے مروڑا اور وہ زمین پر گرا اور کف بھر لا کر لوٹنے لگا اس نے اس کے باپ سے پوچھا یہ اس کو کتنی مدت سے ہے اس نے کہا بچپن ہی سے" (مرقس ۹-۲۰،۲۱) (۳) لیکن اس دن یا اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر باپ (مرقس ۱۳-۳۲)

(۱۳)

خدا تعالیٰ انسان نہیں ہے (۱) "خدا انسان نہیں" (گنتی ۲۳-۱۹) (۲) "کیونکہ میں انسان نہیں خدا ہوں۔" (ہوسیع ۱۱-۹)

(۱۳)

حضرت مسیحؑ انسان تھے (۱) "اے اسرائیلیو! یہ باتیں سنو کہ یسوع ناصری ایک انسان تھا۔" (اعمال ۲-۲۲)

(۱۴)

خدا نیک ہونے سے انکار نہیں کرتا (۱) "کیونکہ خداوند نیک ہے" (زبور ۱۰۰-۵)

Marfat.com

(۲) خداوند نیک ہے اور مصیبت کے دن پناہ گاہ۔ وہ اپنے توکل کرنے والوں کو جانتا ہے۔" (ناحوم ۱-۷)

(۱۴)

حضرت مسیحؑ نے نیک ہونے سے انکار کر دیا۔ (۱) "اور دیکھو ایک شخص نے پاس آکر اس سے کہا۔ اے نیک استاد میں کون سی نیکی کروں تاکہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں۔ اس نے اس سے کہا تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے کوئی نیک نہیں مگر ایک جو خدا ہے (متی ۱۹-۱۶ و ۱۷)

(۱۵)

خدا تعالیٰ خود مختار ہے (۱) "خداوند ہمارا خدا قادرِ مطلق بادشاہی کرتا ہے (مکاشفہ ۱۹-۶)

(۱۵)

حضرت مسیحؑ خود مختار نہ تھے (۱) "اور میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتا۔" (یوحنا ۸-۲۸)

(۱۶)

خدا تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں (۱) "نہ کسی چیز کا محتاج ہو کر آدمیوں کے ہاتھوں سے خدمت لیتا ہے کیونکہ وہ تو خود سب کو زندگی اور سانس اور سب کچھ دیتا ہے۔" (اعمال ۱۷-۲۵)

(۱۶)

حضرت مسیحؑ محتاج تھے (۱) "لیکن اگر میں خدا کے روح کی مدد سے بدروحوں کو نکالتا ہوں تو خدا کی بادشاہی تمہارے پاس آ پہنچی (متی ۱۲-۲۸) (۲) "اور جیسا یسوع نے شاگردوں کو حکم دیا تھا انہوں نے ویسا ہی کیا اور فسح تیار کیا (متی ۱۹-۲۶)

(۱۷)

خدا تعالیٰ جھوٹ نہیں بولتا اور نہ ہی ارادہ بدلتا ہے اور نہ ہی اس میں کوئی تبدیلی

Marfat.com

ہوتی ہے۔ (۱) "خدا انسان نہیں کہ جھوٹ بولے اور نہ وہ آدم زاد ہے کہ اپنا ارادہ بدلے۔
(گنتی ۲۳-۱۹) کیونکہ میں خداوند لا تبدیل ہوں (ملاکی ۳-۶)

بلاشبہ خدا تعالیٰ (ب) ایسا ہی ہونا چاہیے کہ نہ تو اس سے کوئی چیز خارج ہو اور نہ ہی کوئی چیز اس میں داخل ہو۔

صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیحؑ نے اپنا ارادہ بدلا اور جھوٹ بھی بولا حالانکہ (یعقوب ۳-۱۴) میں صاف لکھا ہے "نہ شیخی مارو نہ جھوٹ بولو"۔ غرضیکہ حضرت مسیحؑ میں بہت سی تبدیلیاں ہوئیں۔ مثلاً حمل سے پیدا ہوئے، ختنہ ہوا۔ ماں باپ کے ساتھ یروشلم کو گئے۔ تیس برس کی عمر میں لوگوں کو تعلیم دینے لگے۔ صلیب پر لٹکائے گئے۔

(۱۷)

حضرت مسیحؑ نے جھوٹ بولا، اور ارادہ بھی بدلا اور اس میں بہت سی تبدیلیاں بھی ہوئیں۔ (۱) "اس وقت اس نے شاگردوں کو حکم دیا کہ کسی کو نہ بتانا کہ میں مسیح ہوں" (متی ۱۶-۲۰) (۲) "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو یہاں کھڑے ہیں ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جب تک ابن آدم کو اس کی بادشاہی میں آتے ہوئے نہ دیکھ لیں گے موت کا مزا ہرگز نہ چکھیں گے"۔ (متی ۱۶-۲۸) افسوس حضرت مسیحؑ آج تک خدا کی بادشاہی میں نہ آئے۔ حالانکہ جن لوگوں کی زندگی میں اس وعدہ کا پورا ہونا تھا وہ بے چارے انتظار کرتے ہی مر گئے۔" (۳) "تم عید میں جاؤ میں ابھی اس عید میں نہیں جاتا۔ کیونکہ ابھی تک میرا وقت پورا نہیں ہوا۔ یہ باتیں اُن سے کہہ کر وہ گلیل میں رہا لیکن جب اس کے بھائی عید میں چلے گئے اس وقت وہ بھی گیا۔ ظاہراً نہیں بلکہ گویا پوشیدہ" (یوحنا ۷-۸ تا ۱۰)

(۱۸)

خدا تعالیٰ آزمایا نہیں جاتا (۱) کیونکہ نہ تو خدا بدی سے آزمایا جا سکتا ہے اور نہ وہ کسی کو آزماتا ہے (یعقوب ۱-۱۳، ۱۴)

Marfat.com

(۱۸)

حضرت مسیح آزمائے گئے (۱) "اس وقت رُوح یسُوع کو جنگل میں لے گیا تاکہ ابلیس سے آزمایا جائے" (متی ۴-۱)

(۱۹)

خدا تعالیٰ بڑا ہے (۱) "کیونکہ خدا انسان سے بڑا ہے (ایوب ۳۳-۱۲) (۲) "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ نوکر اپنے مالک سے بڑا نہیں ہوتا اور نہ بھیجا ہوا اپنے بھیجنے والے سے (یوحنا ۱۳-۱۶) (۳) "کیونکہ باپ مجھ سے بڑا ہے" (یوحنا ۱۴-۲۸) (۴) "خدا سب کے اوپر ہے" (افسیوں ۴-۶)

حضرت مسیحؑ ادنیٰ تھے (۱) "البتہ ہم یسوع کو دیکھتے ہیں جو فرشتوں سے ادنیٰ بنایا گیا تھا (عبرانیوں ۲-۹) صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح خدا نہ تھا بلکہ مخلوق تھا۔ اب مخلوق کو خالق کے برابر ٹھہرانا سراسر جہالت ہے۔

(۲۰)

خدا تعالیٰ کا کوئی مشابہ نہیں (۱) "اے خدا! تیری مانند کون ہے جس نے بڑے بڑے کام کیے (زبور ۷۱-۱۹) (۲) یا رب معبودوں میں سے تجھ سا کوئی نہیں اور تیری صنعتیں بے مثال ہیں" (زبور ۸۶-۸) (۳) وہ قدوس فرماتا ہے تم مجھے کس سے تشبیہ دوگے اور میں کس چیز سے مشابہ ہوں گا؟" (یسعیاہ ۴۰-۲۵)

(۲۰)

حضرت مسیحؑ کے مشابہ ملک صدق تھا اور یہ ملکِ صدق سالم کا بادشاہ یہ بے باپ، بے ماں، بے نسب نامہ ہے، نہ اس کی عمر کا شروع نہ زندگی کا آخر۔ بلکہ خدا کے بیٹے کے مشابہ ٹھہرا۔" (عبرانیوں ۷-۱ تا ۳)

Marfat.com

(۲۱)

خدا تعالیٰ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔ (۱) "لیکن تو اے خداوند! ابد تک رہے گا"
(زبور ۱۰۲ ، ۱۲) (۲) "وہ نیست ہو جائیں گے پر تو باقی رہے گا۔" (زبور ۱۰۲ - ۲۶)

(۲۱)

حضرت مسیحؑ وفات پا گئے (۱) "تھوڑی دیر باقی ہے کہ دنیا مجھے پھر نہ دیکھے گی" (یوحنا
۱۴ - ۱۹) (۲) پس جب یسوع نے وہ سرکہ پیا تو کہا کہ تمام ہوا اور سر جھکا کر جان دے دی۔
(یوحنا ۱۹ - ۳۰)

چونکہ مذکورہ بالا موازنہ سے عیسائیوں کے باطل عقائد پر مثلاً حضرت مسیحؑ خدا تھا اور خدا کا بیٹا تھا۔ ایک بڑی بھاری زد پڑتی ہے لہٰذا کسی عیسائی کو آج تک ایسا مقابلہ کرنے کی ہمت نہ پڑی اور نہ ہی پڑے گی، کیونکہ اس سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے صفات اور حضرت مسیحؑ کے اوصاف میں ایک نمایاں فرق معلوم ہو جاتا ہے اور انھیں اس بات کا علم ہو جاتا ہے کہ وہ ایک انسان ہی تھا جو بشر رسول تھا۔ خدا ہرگز نہ تھا اور نہ ہی خدا کا بیٹا تھا۔

خدا جانے عیسائی صاحبان کن وجوہات کی بنا پر حضرت مسیحؑ ایک کھاتے پیتے انسان کو خدا مانتے ہیں۔ حالانکہ ان میں خدائی صفات نہ تھے۔ بلاشبہ انھیں اپنا خدا بنانا سراسر مقدس بائبل کی تعلیم کے خلاف ہے۔ ذیل کی آیات پر غور کیجئے:

(۱)۔ "اور خدا نے یہ سب باتیں فرمائیں کہ خداوند تیرا خدا جو تجھے ملک مصر سے اور غلامی کے گھر سے نکال لایا۔ میں ہوں۔ میرے حضور تو غیر معبودوں کو نہ ماننا۔ تو اپنے لیے کوئی تراشی ہوئی صورت نہ بنانا۔ نہ کسی چیز کی صورت بنانا جو اوپر آسمان میں یا نیچے پانی میں ہے تو ان کے آگے سجدہ نہ کرنا اور نہ اُن کی عبادت کرنا کیونکہ میں خدا غیور خدا ہوں۔" (خروج ۲۰۔ ۱ تا ۵)

Marfat.com

(۲)۔ "کیونکہ خداوند بزرگ اور نہایت ستائش کے لائق ہے وہ سب معبودوں سے زیادہ تعظیم کے لائق ہے اس لیے کہ اور قوموں کے سب معبود محض بت ہیں لیکن خداوند نے آسمانوں کو بنایا۔" (زبور ۹۶-۴، ۵)

(۳)۔ کیا انسان اپنے لیے معبود بنائے جو خدا نہیں ہیں؟ یرمیاہ ۱۶-۲۰)

(۴)۔ یسوع نے اُس سے کہا اے شیطان دور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر (متی ۴-۱۰) کہنے لگے کہ لوگو! تم یہ کیا کرتے ہو؟" ہم بھی تمہارے ہم طبیعت انسان ہیں اور تمہیں خوشخبری سناتے ہیں تاکہ ان باطل چیزوں سے کنارہ کر کے اس زندہ خدا کی طرف پھرو، جس نے آسمان اور زمین اور سمندر اور جو کچھ اُن میں ہے پیدا کیا۔" (اعمال ۱۵/۱۴)

(۵)۔ پس بتوں کی قربانیوں کے گوشت کھانے کی نسبت ہم جانتے ہیں کہ بت دنیا میں کوئی چیز نہیں اور سوا ایک کے اور کوئی خدا نہیں۔" (اکرنتھیوں ۸-۴)

(۶)۔ اے بھائیو! خبردار! تم میں سے کسی کا ایسا برا اور بے ایمان دل نہ ہو جو زندہ خدا سے پھر جائے" (عبرانیوں ۳-۱۲)

افسوس! ایسی عمدہ اور مدلل تعلیم پر ایمان لا کر پھر بھی حضرت یسوع مسیحؑ ایک فوت شدہ انسان کو خدا ماننا پرلے درجے کی ہٹ دھرمی اور جہالت ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ مقدس بائیبل کی توحید کی تعلیم کو اتنا شرک ہی بدلا گیا ہے کہ اب عیسائیوں کے لیے اس سوال "حضرت مسیحؑ انسان یا خدا" کا جواب دینا بھی مشکل ہو گیا ہے۔ بھلا جو زندہ خدا سے پھر جائے اور مردہ لوگوں کو خدا بنائے وہ کیونکر بے ایمان نہ ہو؟۔

Marfat.com

بابِ پنجم

مسلمانوں کا بھی عیسائیوں کی تقلید کر کے حضرت مسیحؑ کا درجہ بڑھانا

بلاشبہ اہل اسلام بھی عیسائیوں کی پیروی کر کے حضرت مسیحؑ کا درجہ بڑھاتے ہیں[۱] چنانچہ جیسے عیسائی غلو کر کے یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ خدا کا بیٹا ویسے ہی مسلمان بھی مبالغہ کر کے یہ کہتے ہیں کہ حضرت مریمؑ کو بغیر مرد کے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے حمل ہوا۔ لہٰذا حضرت مسیحؑ خدا تعالیٰ کا معجزہ۔ جس سے عیسائیوں کے باطل عقیدے کی تردید کی بجائے تائید ہو جاتی ہے کیونکہ دونوں قومیں اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت مسیحؑ بغیر نطفہ کے پیدا

---

[۱] ۔ حالانکہ مسلمانوں کو اس بات سے آگاہ کیا گیا تھا کہ اگر تم گمراہ لوگوں کی تقلید کرو گے تو تم بھی گمراہی میں پڑ جاؤ گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یَٰٓأَیُّهَا ٱلَّذِینَ ءَامَنُوٓا۟ إِن تُطِیعُوا۟ فَرِیقًا مِّنَ ٱلَّذِینَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ یَرُدُّوكُم بَعْدَ إِیمَٰنِكُمْ كَٰفِرِینَ (آل عمران ع ۱۰) اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم ان لوگوں میں سے ایک گروہ کے پیچھے لگ جاؤ گے جن کو کتاب دی گئی ہے تو وہ تمہیں تمہارے ایمان کے بعد کافر بنا دیں گے (۳-۹۹) یَٰٓأَیُّهَا ٱلَّذِینَ ءَامَنُوٓا۟ إِن تُطِیعُوا۟ ٱلَّذِینَ كَفَرُوا۟ یَرُدُّوكُمْ عَلَىٰٓ أَعْقَٰبِكُمْ فَتَنقَلِبُوا۟ خَٰسِرِینَ (آل عمران ع ۱۶) اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم ان کی اطاعت کرو گے جو کافر ہوئے تو وہ تم کو الٹے پاؤں لوٹا دیں گے۔ پس تم نقصان اٹھانے والے ہو کر پھر جاؤ گے (۳-۱۴۸) بلاشبہ مسلمانوں کا زوال ہی بتا رہا ہے کہ انھوں نے عیسائیو یہودیوں و ہندوؤں اور دیگر قوموں کے باطل عقائد اور بری رسموں کی نقلیں کی ہیں (باقی صفحہ ۵ پر)

Marfat.com

ہوئے۔ بہر حال وہ عقائد جن میں عیسائی اور مسلمان دونوں آپس میں متفق ہیں۔ ناظرین کی معلومات کے لیے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں تاکہ وہ اس بات کا فیصلہ کر سکیں کہ آیا عیسائیوں نے مسلمانوں کے عقائد کی نقل کی ہے یا مسلمانوں نے ان کے عقائد۔ حالانکہ عیسائی ان سے پہلے تھے۔

حضرت مریم اور حضرت مسیحؑ کے متعلق عام عیسائیوں کے عقائد	حضرت مریم اور حضرت مسیحؑ کے متعلق عام مسلمانوں کے عقائد
(۱) حضرت مریمؑ حضرت مسیحؑ کی پیدائش تک کنواری رہیں۔	(۱) حضرت مریمؑ تمام عمر کنواری رہیں۔
(۲) حضرت مریم کو بغیر خاوند کے روح القدس کی قدرت سے حمل ہوا۔	(۲) حضرت مریمؑ کو بغیر خاوند کے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے حمل ہوا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵٦) مثلاً مسلم خواتین کو مسجدوں سے روک دینے کی رسم تو یہودیوں سے لے لی اور ان کے باہر چہرے ڈھانکنے اور گھروں میں بند رکھنے کی رسم ہندوؤں اور فارسیوں سے لے لی اور حضرت مریمؑ کو بغیر مرد حمل ہو جانے کا عقیدہ عیسائیوں سے لے لیا۔ صاف ظاہر ہے کہ مسلمانوں نے مذکورہ بالا آیات کی نصیحت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ دوسری قوموں کے غلط راہ و رسم کی نقلیں کیں۔ ذیل کی احادیث اس پر گواہ ہیں۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ قَالَ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلِکُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَّذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰی لَوْ سَلَکُوْا جُحْرَ ضَبٍّ لَسَلَکْتُمُوْہُ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی قَالَ فَمَنْ۔ (ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا تم ضرور ان کے رستوں پر چلو گے جو تم سے پہلے تھے۔ ایسی موافقت ہو گی جیسے بالشت پر بالشت اور ہاتھ پر ہاتھ یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں گھسے تو تم بھی اس میں گھس جاؤ گے ——— ہم نے پوچھا یا رسول اللہؐ یہود اور نصاریٰ مراد ہیں فرمایا اور کون (بخاری کتاب الانبیاء) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تَاْخُذَ (باقی صفحہ ۵۸ پر)

Marfat.com

(۳) حضرت مسیحؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔	(۳) حضرت مسیحؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔
(۴) حضرت مسیحؑ خدا کا بیٹا تھا۔	(۴) حضرت مسیحؑ خدا کا معجزہ تھا۔ لہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰) اُمَّتِیْ بِاَخْذِ الْقُرُوْنِ قَبْلَهَا شِبْرًا بِشِبْرٍ وَّ ذِرَاعًا بِذِرَاعٍ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَفَارِسَ وَالرُّوْمِ فَقَالَ مِنَ النَّاسِ اِلَّا اُولٰٓئِكَ - (بخاری کتاب الاعتصام) ابوہریرہؓ نبیؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا موعود گھڑی نہیں آئے گی، یہاں تک کہ میری امت (کے لوگ) اس سے پہلے لوگوں جیسے کام کریں (گویا کہ) بالشت پر بالشت اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر چل رہے ہیں۔ کہا گیا یا رسول اللہؐ جیسے فارسی اور رومی لوگ۔ فرمایا ان کے سوائے اور کون لوگ ہیں (بخاری کتاب الاعتصام)

لہ ۔ یہ فرق اہل اسلام صرف اس وجہ سے کرتے ہیں تا کہ عیسائیوں کی طرح حضرت مسیحؑ کو اللہ کا بیٹا نہ کہنا پڑے۔ حالانکہ حمل سے بچہ پیدا ہوتا ہے نہ کہ معجزہ۔ خدا جانے جب حضرت مریمؑ کے حمل کو بجائے کسی مرد کی طرف منسوب کرنے اللہ کی قدرت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے تو پھر ایسے حمل سے تولّد شدہ بیٹے کو اللہ کی طرف منسوب کرنے میں کون سا امر مانع ہے جبکہ خدا کی قدرت خدا سے جدا نہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ جس نے حمل کیا بیٹا اسی کا۔ کیونکہ بیٹا صرف حمل کرنے والے کی جنس سے ہوتا ہے بلکہ اس کا جزو ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیحؑ کو اللہ کا جزو ٹھہرانے والوں کی تردید کی گئی۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے، وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ (الزخرف ع ۱) اور وہ اس کے بندوں میں سے اس کی اولاد مقرر کرتے ہیں انسان کھلا ناشکرگزار ہے (۴۳ - ۱۵) صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کو اپنی قدرت سے بغیر مرد کے حمل نہیں کیا۔ مگر افسوس یہ ایک معمولی سی بات بھی ایسے مسلمانوں کی سمجھ میں نہیں بیٹھتی اور نہ بیٹھتی نظر آتی ہے۔ حالانکہ حضرت مسیحؑ کو اللہ کا معجزہ کہنے سے بھی عیسائیوں کے باطل عقیدے "مسیحؑ خدا کا بیٹا" کی زبردست تائید ہو جاتی ہے اگر حضرت مسیحؑ خدائی حمل سے پیدا ہوتے تو ضرور ان میں خدا کی صفات بھی ہوتیں ایسی صفات کا نہ ہونا صاف ثابت کرتا ہے کہ وہ انسانی حمل سے پیدا ہوئے مشہور مثال ہے درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔

Marfat.com

(۵) حضرت مسیحؑ خدا تھا۔	(۵) حضرت مسیحؑ روح اللہ تھا۔
(۶) حضرت مسیحؑ خالق تھا۔	(۶) حضرت مسیحؑ نے چمگادڑ اور دیگر پرندے بنائے۔
(۷) حضرت مسیحؑ نے جسمانی مردے زندہ کیے اور جسمانی اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کیا۔	(۷) حضرت مسیح نے جسمانی مردے زندہ کیے اور جسمانی اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کیا۔
(۸) حضرت مسیحؑ کو علم غیب تھا۔	(۸) حضرت مسیح کو علم غیب تھا۔
(۹) حضرت مسیحؑ تمام عمر کنوارے رہے۔	(۹) حضرت مسیح تمام عمر کنوارے رہے۔
(۱۰) حضرت مسیحؑ صلیب کی موت کے بعد آسمان پر اٹھائے گئے۔	(۱۰) حضرت مسیحؑ بغیر وفات پانے کے ہی آسمان پر اٹھائے گئے۔
(۱۱) حضرت مسیحؑ زمین میں زندہ رہنے کا نشان نہ دکھا سکے۔	(۱۱) حضرت مسیح زمین میں زندہ رہنے کا نشان نہ دکھا سکے۔
(۱۲) حضرت مسیح آسمان سے اتر کر لوگوں کو ان کے اعمال کا اجر دیں گے۔	(۱۲) حضرت مسیحؑ آسمان سے اتر کر صلیبوں کو توڑیں گے اور خنزیروں کو قتل کریں گے۔

مذکورہ بالا عقائد کی بنیاد عیسائیوں نے اپنی مقدس کتاب انجیل پر رکھی ہوئی ہے جس کی نسبت اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ یہ کتاب محرف ہے۔ کیونکہ اس میں بہت سی تبدیلیاں ہو چکی ہیں۔ لہٰذا یہ قابل اعتبار نہیں مگر دوسری طرف خود اپنے ایسے ہی عقائد کی بنیاد بھی قرآن کریم پر رکھتے ہیں حالانکہ یہ محرّف نہیں کیونکہ اس میں آج تک کوئی تحریف نہیں ہوئی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے عقائد رکھنے والے عیسائی جو کئی صدیوں سے مسلمانوں سے پہلے چلے آ رہے ہیں کیونکر جھوٹے ہو سکتے ہیں اور کیونکر انجیل محرّف ہو سکتی ہے۔ جبکہ اہل اسلام بھی حضرت مریمؑ اور حضرت مسیحؑ

Marfat.com

کے متعلق اصولاً وہی عقائد رکھتے ہیں جو عیسائیوں کے ہیں۔ حالانکہ محرّف اور غیر محرّف کتاب کی تعلیم ان عقائد کے متعلق کبھی بھی یکساں نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس سے عیسائیوں کے یہ اعتراضات کہ "قرآن بائبل سے لیا گیا ہے" اور "بائبل کے بعد قرآن کی ضرورت نہیں" جھوٹے نہیں ہو سکتے۔ اب مسلمان خود ہی فیصلہ کر لیں کہ وہ اپنے ان عقائد کے ساتھ اشاعت اسلام کر رہے ہیں یا ففتھ کالم بن کر اشاعت عیسویت اور کس مذہب کو غلبہ دے رہے ہیں۔ خدا جانے مسلمانوں کو عیسائیوں کے باطل عقائد کی حمایت کرنے سے کیا مل جاتا ہے حالانکہ ایسا کرنے کی ممانعت کی گئی ہے یہ آیت اس پر گواہ ہے۔

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ۔ (ھود ع ۱۰)

اور ان کی طرف نہ جھکو جو ظالم ہیں ورنہ تمہیں آگ چھو جائے گی۔ اور اللہ کے سوائے تمہارے کوئی حمایتی نہ ہوں گے پھر تمہیں مدد بھی نہ ملے گی (۱۱-۱۱۳)

باب ششم

مسلمانوں کا خود کئی باتوں میں حضرت مسیح کو حضرت محمدؐ پر فضیلت دینا

بلا شبہ جناب رسالت مآب محمد مصطفےٰؐ عالمگیر رسول ہیں یہ آیات اس پر گواہ ہیں

(۱) وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ○ (الانبیآء ع ۷) — اور ہم نے تجھے تمام قوموں کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔ (۲۱-۱۰۷)

(۲) وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا وَّلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ○ (السبآء ع ۳) — اور ہم نے تجھے تمام ہی لوگوں کے لیے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (۳۴-۲۸)

صاف ظاہر ہے کہ آپؐ کی نبوت کا دامن قیامت تک پھیلا ہوا اور کوئی شخص اس سے باہر نہیں نکل سکتا۔ یہ بھی ایک وجہ ہے کہ آنحضرتؐ ہر طرح سے تمام رسولوں پر فضیلت رکھتے ہیں۔ مگر افسوس اکثر مسلمان باوجود رسولؐ اللہ کو تمام انبیاء سابقین سے افضل اور برتر ماننے کے پھر بھی اُنؐ کے مقابلے پر حضرت مسیحؑ کو فضیلت دیتے ہیں۔ ذیل کے موازنہ پر غور کیجئے اور سوچئیے کہ فضیلت کس کو دی جاتی ہے؟

حضرت مسیحؑ کے متعلق عام مسلمانوں کے عقائد	حضرت محمدؐ رسول اللہ کے متعلق عام مسلمانوں کے عقائد
(۱) حضرت مسیحؑ کی والدہ مکرمہ کو خدا کی	(۱) حضرت محمدؐ رسول اللہ کی والدہ محترمہ

خاص قدرت سے بغیر خاوند کے حمل ہوا۔

---

(۲) حضرت مسیحؑ امرِ ربی سے یعنی بغیر نطفہ کے پیدا ہوئے۔

(۳) حضرت مسیح کی پیدائش خدا کا معجزہ تھی کیونکہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔

---

(۴)۔ حضرت مسیحؑ کو پیدا ہوتے ہی کتاب اور نبوت مل گئی جیسا کہ اس آیت سے ثابت کیا جاتا ہے: قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۝ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ قف اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ۝ (مریم ع ۲)

انھوں نے کہا ہم کس طرح اس سے کلام کریں جو کہ (ابھی) جھولے میں لڑکا ہے، (مسیحؑ نے کہا میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا۔

(۱۹۔ ۲۹ و ۳۰)

(۵) حضرت مسیحؑ نے چمگادڑ اور دیگر پرندے بنائے۔

(۶) حضرت مسیحؑ نے جسمانی مردے زندہ

خاوند کے ذریعے خدا کی خاص قدرت کے بغیر حمل ہوا۔

(۲) حضرت محمد رسول اللہ انسانی نطفہ سے پیدا ہوئے۔

(۳) حضرت محمد رسول اللہؐ کی پیدائش خدا کا معجزہ نہ تھی۔ کیونکہ ان کی ولادت باپ کے ذریعے ہوئی۔

(۴) حضرت محمد رسول اللہؐ کو چالیس سال کی عمر تک کتاب اور ایمان کا علم نہ ہو سکا، جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے: وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ط مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ (الشوریٰ ع ۵)

اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے حکم سے روح بھیجی تو نہ جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ (یہ کہ اس پر) ایمان (کیا ہے) (۴۲۔ ۵۲)

---

(۵) حضرت محمد رسول اللہؐ نے کوئی جانور نہیں بنایا۔

(۶) حضرت محمد رسول اللہؐ نے نہ تو

Marfat.com

کیے اور جسمانی اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دی۔

(۷) حضرت مسیحؑ کو اتنا علم غیب تھا کہ وہ لوگوں کو بتا دیا کرتے تھے کہ تم گھر سے فلاں چیز کھا کر آئے ہو اور تمہارے گھر میں فلاں چیز رکھی ہوئی ہے جیسا کہ اس آیت سے ثابت کیا جاتا ہے:- وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ (آل عمران ع ۵) اور جو تم کھاؤ اور جو اپنے گھروں میں ذخیرہ رکھو اس کی خبر دیتا ہوں۔ (۳-۴۸)

(۸) جب حضرت مسیحؑ کے قتل کی تدبیریں ہو رہی تھیں۔ تو اللہ نے انہیں آسمان پر اٹھا لیا۔ حالانکہ اس نے کبھی بھی "رَفَعَنِیْ" کی دعا نہ مانگی تھی۔

(۹) حضرت مسیحؑ ہزارہا سال سے بجسدِ عنصری آسمان پر رہتے ہیں کیونکہ کھانے پینے کے محتاج نہ ہونے کی وجہ سے ان کے جسم میں کوئی تغیر نہیں آتا تھا۔

---

(۱۰) حضرت مسیحؑ کے قول فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ

جسمانی مردے زندہ کیے اور نہ جسمانی اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دی۔

(۷) حضرت محمد رسول اللہ کو علم غیب نہ تھا جیسا کہ اس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے:- وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۚ (الاعراف ع ۲۳) اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سی بھلائی لے لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی (۷-۱۸۸) صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہؐ کو ذاتی علم غیب نہ تھا۔

(۸) جب حضرت محمد رسول اللہ کے قتل کی تدبیریں ہو رہی تھیں تو اللہ نے انہیں آسمان پر نہ اٹھایا حالانکہ وہ کثرت سے "رَفَعَنِیْ" کی دعا بھی مانگا کرتے تھے۔

(۹) حضرت محمد رسول اللہ معراج کی رات میں آسمان پر دن کا ایک لمحہ بھی نہ رہ سکے کیونکہ کھانے پینے کے محتاج ہونے کی وجہ سے ان کے جسم میں تغیر آتا تھا۔

(۱۰) حضرت محمد رسول اللہ کے قول

Marfat.com

کے معنی ان کے حق میں آسمان پر اٹھائے جانے کے لیے جاتے ہیں۔ چنانچہ یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ آج تک زندہ آسمان پر موجود ہیں اور پھر دنیا میں دوبارہ آئیں گے۔

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کے معنی اُن کے حق میں وفات دینے کے لیے جاتے ہیں۔ چنانچہ اس بات کو تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ عرصہ سے مدینہ منورہ میں مدفون ہیں اور پھر دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے۔

بلاشبہ حضرت مسیحؑ کی ایسی خودساختہ فضیلتیں عیسائیوں کو اہل اسلام میں اپنا مذہب علیسویت پھیلانے کے لیے ففتھ کالم یعنی مسیحی مبلغین کا کام دے رہی ہیں۔ مگر افسوس برادرانِ اسلام نہ تو عیسائیوں کی سیاسی چالوں کو سمجھتے ہیں اور نہ مذہبی چالوں کو جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسے مسلمانوں کے دلوں پر عیسائیت کا ایک گہرا اثر چھایا ہوا ہے جس سے وہ اتنے مغلوب ہو چکے ہیں کہ موجودہ مسیحیت کے خلاف ایک حرف کہنا گوارا نہیں کر سکتے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں میں اشاعت اسلام کرنے کی توفیق ہی نہ رہی اور نہ ہی کبھی ہوگی، کیونکہ ان کی ذہنیت الٹی ہو چکی ہے کلمہ شریف تو حضرت محمد رسول اللہؐ کا پڑھتے ہیں مگر فضیلت حضرت مسیحؑ کو دیتے ہیں جو سراسر ایک ناقص ایمان کا نشان ہے۔

لہ۔ خدا جانے اگر اہلِ اسلام عیسائیوں کو انجیل شریف کی رُو سے یہ کہہ دیں کہ حضرت مسیحؑ کا باپ یوسف بڑھئی تھا (۱۳-۵۵) تو پھر ان کا کیا بگڑ جاتا ہے حالانکہ اس دلیل سے عیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ حضرت مسیحؑ خدا کا بیٹا تھا" بالکل باطل ہو جاتا ہے، کیونکہ انجیل حضرت مسیحؑ کو یوسف کا بیٹا ٹھہراتی ہے۔

Marfat.com

باب ہفتم

مسلمانوں کا عیسائیوں کی نقل کر کے حضرت محمدؐ کا بھی درجہ بڑھانا

جب اہلِ اسلام نے قرآنی آیات کی غلط، بے جا اور غیر معقول تاویلات کے ماتحت حضرت عیسیٰؑ کا درجہ بڑھایا۔ تو پھر انھوں نے یہ سوچا کہ اس سے تو اُن کا درجہ آنحضرتؐ سے بڑھ جاتا ہے تو پھر ایسے مسلمانوں نے حضرت محمدؐ کا درجہ بھی بڑھانا شروع کر دیا۔ تاکہ دونوں کا درجہ برابر ہو جائے۔ حالانکہ رسول اللہؐ کو اپنی تعریف اور ستائش کرنے سے دلی نفرت تھی اور کبھی گوارا نہ کرتے تھے کہ کوئی شخص آپؐ کی شان میں ستائش آمیز کلمات کہے کیونکہ یہ آیت مانع تھی۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ (آل عمران ع ۱۹)

ہرگز خیال نہ کرو کہ جو لوگ اس پر خوش ہوتے ہیں جو انھوں نے کیا اور پسند کرتے ہیں کہ اس کے لیے ان کی تعریف کی جائے جو انھوں نے نہیں کیا یہ ہرگز بھی خیال نہ کر کہ وہ عذاب سے نجات پا گئے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے (۳-۱۸۷)

چنانچہ ایک مرتبہ چند لوگ سرگرم گفت گو تھے۔ بہ سبیل تذکرہ ایک شخص کے متعلق تعریفی الفاظ استعمال ہوئے۔ آپ نے فرمایا تم نے اس شخص کو ذبح کر ڈالا۔ اگر کسی کے متعلق کچھ کہو تو یوں کہو "میرا خیال ہے" (مسند احمد بن حنبل) ایک دفعہ اسودؓ بن صریع نے آپ کی خدمت میں

آکر عرض کی کہ میں نے خدا اور رسول کی شان میں چند اشعار تصنیف کیے ہیں۔ آپ نے فرمایا "بیشک خدا کو ساری تعریفیں سزاوار ہیں"۔ اسود نے قصیدہ خوانی شروع کی۔ اسی اثنا میں کوئی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے اسود کو خاموش کر دیا۔ جب وہ چلا گیا تو انھوں نے پھر شروع کیا، وہ شخص پھر وارد ہوا، آپ نے پھر اسود کو خاموش کر دیا۔ غرضیکہ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ اسود نے کہا حضورؐ یہ شخص کون ہے جس کی وجہ سے آپ نے مجھ کو اتنی مرتبہ خاموش کر دیا؟ آپ نے جواب دیا یہ وہ شخص ہے جو بیکار باتیں سننی پسند نہیں کرتا" (بخاری) قیسؓ بن سعد روایت کرتے ہیں کہ حیرا میں میں نے دیکھا کہ لوگ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں۔ واپس آکر انھوں نے آنحضرتؐ سے اس کا تذکرہ کیا اور تجویز پیش کی کہ آپ اس سردار سے زیادہ لائق مسجودیت ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کیا میری وفات کے بعد میری قبر کو سجدہ کرو گے؟ انھوں نے کہا نہیں"۔ تب آپؐ نے فرمایا تو میری زندگی میں مجھے سجدہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ (ابوداؤد) ایک مرتبہ آپؐ مسعود بن عفرا کے یہاں اس کی بیٹی کے نکاح میں تشریف لے گئے اور اس جگہ تشریف فرما ہوئے جو عروس کے لیے مہیا کی گئی تھی۔ لڑکیاں آپؐ کے گرد جمع ہو گئیں اور وہ مرثیہ پڑھنے لگیں جس میں شہداء بدر کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ایک لڑکی نے آپؐ کی تعریف میں چند اشعار پڑھنا شروع کیے۔ جن کا پہلا مصرع یہ تھا: "فینا نبی یعلم ما فی غدا۔" یعنی ہم میں اس وقت وہ رسولؐ موجود ہے۔ جو کل کی بات جانتا ہے[1]۔ آپؐ نے یہ مصرع سن کر فرمایا "اس کو چھوڑ دو اور وہی گاؤ جو تم پیشتر گا رہی تھیں"۔

---

[1]۔ چونکہ ایسا کہنا قرآن مجید کی تعلیم کے خلاف ہے۔ لہٰذا اس کی ممانعت کی گئی۔ یہ آیت اس پر گواہ ہے: إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (لقمان ع)

"بے شک اللہ وہ ہے کہ اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہ مینہ برساتا ہے اور جو کچھ رحموں میں ہے اسے جانتا ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کل کیا کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کس زمین میں مرے گا اللہ جاننے والا خبردار ہے"۔ (۳۴-۳۱)

Marfat.com

حقیقتہً شرک کی بنیاد یہ ہوتی ہے کہ لوگ مقدس ہستیوں کی شان میں مبالغہ آمیز الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ جیساکہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق کیے۔ چونکہ نبی کریمؐ اس حقیقت سے باخبر تھے۔ اس لیے آپؐ نے فرمایا میری شان میں ایسے الفاظ مت کہو جیسے نصاریٰ ابن مریمؑ کے متعلق استعمال کرتے ہیں۔ یہ حدیث اس پر گواہ ہے:۔

عَنْ عُمَرَؓ یَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُطْرُوْنِیْ كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی ابْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ۔	حضرت عمرؓ سے روایت ہے وہ منبر پر کہتے تھے کہ میں نے نبیؐ کو سنا فرماتے تھے کہ میری تعریف میں مبالغہ نہ کرنا جس طرح عیسائیوں[1] نے ابن مریمؑ کے حق میں کیا ہے۔ میں صرف اللہ کا بندہ ہوں۔ پس تم کہو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔

(بخاری کتاب الانبیاء)

افسوس ایسی کارآمد اور نصیحت آمیز تعلیم ہوتے ہوئے بھی اکثر اہل اسلام رسول اللہؐ کا درجہ بڑھانے سے باز نہ رہے۔ ذیل کے موازنہ پر غور کیجئے۔

(۱) جیسے عیسائی غلو کر کے یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ خدا کا اوتار۔ خدائی صفات کا مظہر اور مجسم خدا تھا۔ جس کے ثبوت میں وہ یہ آیات پیش کرتے ہیں: "مطلب یہ ہے کہ خدا نے مسیح میں ہو کر اپنے ساتھ دنیا کا میل ملاپ کر لیا"۔

(۲) کرنتھیوں ۵-۱۹) "کیونکہ الوہیت کی ساری معموری اُسی میں مجسم ہو کر سکونت کرتی ہے"۔ (کلسیوں ۲-۹) اسی طرح صوفیائے کرام اور اکثر اہل اسلام بھی یہ کہتے ہیں کہ حضرت محمدؐ بھی خدا کا اوتار، خدائی صفات کا مظہر اور مجسم خدا تھا۔ جس کے ثبوت میں وہ کوئی قرآنی آیت تو پیش نہیں کرتے مگر زبانی بہت کچھ کہتے ہیں۔ مندرجہ ذیل اشعار پر غور کیجیے۔

---

[1] اس کتاب میں اس حدیث کی تشریح کی گئی ہے کہ کس طرح سے عیسائیوں نے حضرت مسیحؑ کی تعلیم کو بگاڑ کر اُن کے متعلق طرح طرح کے مبالغے کیے۔

Marfat.com

پیکرِ حُسنِ ازل، تنویرِ حق، تصویرِ نور! — مظہرِ شانِ کریمی مطلعِ نورِ خدا!
نقشِ اوّل، نقشِ اکمل انتخابِ کائنات — اطہر و اقدس بہ جوہر نور از نورِ خدا
عشق ظاہر، حسن مضمر بن گیا سرِّ احَد! — حسن ظاہر، عشق مضمر راز احمد مجتبیٰ!
مرحبا صلِّ علیٰ! بدرالدجیٰ، شمس الضحیٰ! — ہے بشر کی شکل میں شانِ خدا جلوہ نما
میم کا پردہ ہٹا کر کہہ رہی ہے چشمِ شوق — دیکھ لو نورِ ازل زیرِ قبائے مصطفیٰ!
تو ہے برہانِ کمالِ قدرتِ ربِّ جلیل — تیری صورت میں ہے خود نورِ ازل جلوہ نما

گویا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجسّمِ خدا تھے کیونکہ میم کے پردہ میں اَحَدْ آیا۔ اَحَدْ اور احمد میں صرف میم کا پردہ ہے۔ میم دے گھنڈ وچ آپے بولے۔

حالانکہ مقدس بائبل اور قرآن کریم دونوں اس پر متفق ہیں کہ خدا لا محدود ہے وہ اوتار بن کر محدود نہیں ہو سکتا۔ یہ آیات اس پر گواہ ہیں:

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا۔ (النساء ع ۱۸)

اور جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ ہی کا ہے اور اللہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ (۴-۱۲۶)

اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ۔ (حٰمٓ السجدة ع ۶)

سنو وہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ (۴۱-۵۴)

خدا فرماتا ہے کیا میں نزدیک ہی کا خدا ہوں اور دُور کا خدا نہیں؟ کیا زمین اور آسمان مجھ سے معمور نہیں؟" (یرمیاہ ۲۳-۲۳ و ۲۴)

جب اللہ تعالیٰ کو کوئی محدود کرنے والا اور گھیرنے والا ہو نہیں سکتا اور نہ وہ خود محدود ہونا چاہتا ہے تو پھر وہ اوتار یعنی مجسّم خدا بن کر محدود کیوں کہلائے اور کس واسطے اپنی صفات کو زائل کرے جو سراسر اس کی شان کے خلاف ہے مثلاً اللہ تعالیٰ بھولنے والا نہیں مگر حضرت مسیحؑ اور حضرت محمدؐ دونوں ہی بھولنے والے تھے۔ اسی طرح وہ کھاتے پیتے بھی تھے

Marfat.com

حالانکہ خدا تعالیٰ کھانے پینے سے پاک ہے کیونکہ وہ تو جہانوں کا پالنے والا ہے۔

(۲) جیسے عیسائی غلو کر کے یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ اول اور آخر تھے۔ اور وہ ایک نور تھے اور اسی سے سب چیزیں پیدا ہوئیں۔ جس کے ثبوت میں وہ یہ آیات پیش کرتے ہیں " ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا۔ یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔ سب چیزیں اسی کے وسیلہ سے پیدا ہوئیں اور جو کچھ پیدا ہوا ہے اس میں کوئی چیز بھی اس کے بغیر پیدا نہ ہوئی اُس میں زندگی تھی اور وہ زندگی آدمیوں کا نور تھی (یوحنا ۱۔ ا تا ۴) " خداوند خدا جو ہے اور جو تھا اور جو آنے والا ہے۔ یعنی قادرِ مطلق فرماتا ہے کہ میں الفا اور میگا ہوں " (مکاشفہ ۱-۸)

اسی طرح سے صوفیان کرام اور اکثر اہل اسلام بھی یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ اول و آخر تھے اور وہ ایک نور تھے۔ اور اسی سے سب چیزیں پیدا ہوئیں، کیونکہ اللہ کی تخلیقی قدرت کی پہلی جامع تجلی نورِ محمدؐ ہے۔ اور نورِ محمدؐ ہی تمام کائنات کے لیے سرچشمۂ حیات ہے مگر اس کے ثبوت میں کوئی قرآنی آیت تو پیش نہیں کرتے مگر زبانی بہت تعریف کرتے ہیں اور مندرجہ ذیل اشعار خوب شوق سے پڑھتے ہیں:

نور تیرا پرتو نورِ صفات و نورِ ذات ۔۔۔ تجھ سے ہے تخلیق کے ہر سلسلے کی ابتدا
اول و آخر بھی تو اور ظاہر و باطن بھی تو ۔۔۔ نور تیرا زندگی کی ابتداء و انتہا!

حقیقتہً نہ تو حضرت مسیحؑ اول و آخر تھے اور نہ ہی حضرت محمدؐ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ہی اول آخر ہے۔ چنانچہ قرآن مجید اور مقدس بائیبل دونوں اس پر متفق ہیں:

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔ ۔۔۔ وہ (سب سے) پہلے اور (سب سے) پیچھے اور (سب سے) ظاہر اور (سب سے) مخفی ہے اور ہر چیز کو جاننے والا ہے (۵۷-۳)

" خداوند اسرائیل کا بادشاہ اور اس کا فدیہ دینے والا رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ میں ہی اول اور میں ہی آخر ہوں اور میرے سوا کوئی خدا نہیں (یسعیاہ ۴۴-۶)۔

Marfat.com

(۳) جیسے عیسائی غلو کر کے یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ روح سے پیدا ہوئے اور ان کا سایہ نہ تھا۔ اسی طرح سے صوفیان کرام اور اکثر اہل اسلام بھی یہی کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نور سے پیدا ہوئے۔ لہٰذا ان کا بھی سایہ نہ تھا مگر اس کے ثبوت میں نہ تو عیسائی مقدس بائیبل کی کوئی آیت پیش کرتے ہیں اور نہ ہی مسلمان کوئی قرآنی آیت۔ مگر اشعار بہت پڑھتے ہیں ؎۔

نور سے تخلیق ہے تیری نورؐ کا سایہ کہاں ۔۔۔ پھر عجب کیا! قامت اقدس کا سایہ گر نہ تھا
گر قامتِ حضورؐ کا سایہ کہیں نہیں ۔۔۔ ظاہر ہے شمع طورؐ کا سایہ کہیں نہیں

جب صوفیان کرام اور اکثر اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کو اپنے نور سے پیدا کیا تو صاف ظاہر ہے کہ جو صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں وہی حضرت محمدؐ میں ہونی چاہییں۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ نمک کے بڑے ٹکڑے میں بھی وہی خاصیتیں ہوتی ہیں جو چھوٹے

ؔ۔ ایک طرف تو صوفیان عظام یہ کہتے ہیں کہ پہلے آنحضرتؐ کا نور اللہ تعالیٰ کے نور سے مخلوق ہوا اور نور محمدؐ سے ہی تمام خلقت پیدا ہوئی۔ پھر اس کے برعکس یہ کہتے ہیں "خدا نے عالم شہود میں ایک نئی اور خاص الخاص نوع حیات کی طرح ڈالی۔ اس نوع کے پہلے نمونے یعنی پہلے انسان کا نام آدمؑ رکھا گیا۔ اس کے تجدد اور تعدد کے لیے بھی وہی قاعدہ جاری کر دیا گیا جو اس کی ظاہری حیات کی قریبی نوع میں یعنی حیوانات میں پہلے سے جاری تھا۔ اسی غرض کے لیے حضرت آدمؑ ہی کے وجود سے قدرت کاملہ نے مائی حواؑ کا وجود پیدا کر دیا۔ حقیقتہً صوفیائے کرام کے پہلے قول کہ "آنحضرتؐ اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے" تو کوئی سند قرآن پاک میں موجود نہیں۔ البتہ دوسرے قول کی موجود ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلَّذِیۡۤ اَحۡسَنَ کُلَّ شَیۡءٍ خَلَقَہٗ وَ بَدَاَ خَلۡقَ الۡاِنۡسَانِ مِنۡ طِیۡنٍ ۚ ثُمَّ جَعَلَ نَسۡلَہٗ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ مَّآءٍ مَّہِیۡنٍ ۚ (السجدہ ع ۱) جس نے ہر چیز کو جو اس نے پیدا کی اچھا بنایا اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا پھر اس کی نسل ایک نچوڑ سے ٹھہرائی (جو کمزور پانی میں آ جاتا ہے)، (۳۲-۷)
چنانچہ رسول اللہؐ کا بھی یہی ارشاد ہے کہ میں بنی آدم کی بہترین نسلوں میں نسلاً بعد نسل گذرتا ہوا مبعوث ہوا ہوں یہاں تک کہ اس نسل سے پیدا ہوا جس میں اب ہوں۔
صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیحؑ اور حضرت محمدؐ، حضرت آدمؑ کی نسل سے (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

Marfat.com

ٹکڑے میں جیب خدا تعالیٰ نے سب سے پہلے آنحضرتؐ کو اپنے نور سے پیدا کیا اور علم بھی دیا تو پھر قرآن کریم میں رسول کریمؐ کی نسبت یہ الفاظ مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْإِيْمَانُ (الشوریٰ ع۵) تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ اس پر ایمان رکھنا کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ آخر اس میں کچھ تو روشنی ڈالنی چاہیے؟ کیا آنحضرتؐ کو نوری پیدائش کے وقت سے ہی کتاب اور ایمان سے بے بہرہ رکھا گیا تھا؟

(۴) جیسے عیسائی غلو کر کے یہ کہتے ہیں کہ جس نے حضرت مسیحؑ کو دیکھا اس نے خدا کو دیکھا۔ اس کے ثبوت میں وہ یہ آیت پیش کرتے ہیں "یسوع نے اس سے کہا اے فلپس میں اتنی مدت سے تمہارے ساتھ ہوں کیا تو مجھے نہیں جانتا؟ جس نے مجھے دیکھا اس نے باپ کو دیکھا۔ تو کیونکر کہتا ہے کہ باپ کو ہمیں دکھا؟ (یوحنا ۱۴-۹) اسی طرح صوفیان عظام اور اکثر اہل اسلام بھی یہ کہتے ہیں کہ جس نے رسول اللہؐ کو دیکھا اس نے خدا کو دیکھا۔ اس کے ثبوت میں وہ یہ حدیث بھی پیش کرتے ہیں:

مَنْ رَآنِي فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ ۔ مصطفےٰ کی دید ہے دید خدائے مصطفےٰ۔

حالانکہ انجیل شریف اور قرآن کریم دونوں اس پر متفق ہیں کہ خدائے تعالیٰ دیکھا نہیں جا سکتا۔ یہ آیات اس پر گواہ ہیں:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تھے اور دونوں ہی نطفہ سے حمل کے ذریعے پیدا ہوئے۔ لہٰذا دونوں کے باپ تھے اور دونوں کا ہی سایہ تھا جیسا کہ حضرت آدم کا۔ اور دونوں ہی بشر رسول تھے۔ علاوہ ازیں حضرت حوا کا حضرت آدمؑ کے وجود سے پیدا کر دینا مقدس بائبل کی تعلیم ہے۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے "اور خداوند خدا اس پسلی سے جو اس نے آدمؑ میں سے نکالی تھی ایک عورت بنا کر اسے آدم کے پاس لایا۔ (پیدائش ۲-۲۲) مگر یہ تعلیم قرآن مجید کی تعلیم کے خلاف ہے۔ مندرجہ ذیل آیات پر غور کیجئے: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً (النساء ع۱) "اے لوگو! اپنے رب کا (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝ (الانعام ع ۱۳)	نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ نگاہوں کا احاطہ کرتا ہے اور وہ باریک باتوں کا جاننے والا ہے۔

(۱)۔ "خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا" (یوحنا ۱-۱۸)

(۲)۔ "نہ اُسے کسی انسان نے دیکھا اور نہ دیکھ سکتا ہے۔" (۱۔تیمتھیس ۶-۱۶)

چنانچہ حضرت موسیٰ بھی اللہ تعالیٰ کا جلوہ برداشت نہ کر سکے۔ جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے:

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۭ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ (الاعراف ع ۱۷)	اور جب موسیٰ ہمارے وقت مقررہ پر آیا اور اس کے رب نے اس سے کلام کیا کہا میرے رب مجھے (اپنا آپ) دکھا کہ میں تیری طرف دیکھوں کہا تو مجھے نہیں دیکھ سکتا لیکن پہاڑ کی طرف دیکھ اگر یہ اپنی جگہ ٹھہرا رہ گیا تو تو مجھے بھی دیکھ لے گا۔ پس جب اس کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر گیا۔ پھر جب ہوش میں آیا تو کہا تو پاک ہے۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔ (۷-۱۴۳)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) تقویٰ اختیار کرو جس نے تم کو ایک ہی اصل سے پیدا کیا۔ اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں (۴-۱) درحقیقت نفس کے معنی جنس کے ہیں یعنی جس مادہ سے حضرت آدمؑ بنائے گئے تھے۔ اسی جنس سے حضرت حوا بھی۔ یہی وجہ ہے کہ "خَلَقَ مِنْهَا" میں ضمیر مؤنث کی رکھی گئی ہے جو حضرت آدم کی طرف ہرگز نہیں جا سکتی۔ علاوہ ازیں حضرت مسیح کی پیدائش کے حق میں "بَثَّ مِنْهُمَا" (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

Marfat.com

تو پھر اور کسی کی کیا مجال ہے کہ خدا کو دیکھ سکے، کیونکہ خدا تعالیٰ جسم نہیں کہ نظرِ انسانی اس کا احاطہ کر سکے البتہ باطل مجسم معبود احاطہ نظرِ انسانی میں آجاتے ہیں۔

(۵)۔ جیسے عیسائی غلو کر کے یہ کہتے ہیں کہ خدا نے انسان کو اپنی شکل پر بنایا جس کے ثبوت میں وہ آیت پیش کرتے ہیں "اور خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا" (پیدائش ۱-۲۷) اسی طرح صوفیان کرام اور اکثر اہلِ اسلام یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی شکل پر بنایا۔ جس کے ثبوت میں یہ حدیث بھی پیش کرتے ہیں: اِنَّ اللہَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ دراصل حدیث کے الفاظ "عَلٰی صُوْرَتِہٖ" کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی تجویز کے مطابق بنایا گویا کسی سے اصلاح اور مشورہ لے کر نہیں بنایا۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ انسان کو انسان کی شکل پر ہی بنایا یعنی صُوْرَتِہٖ کی ضمیر انسان کی طرف جاتی ہے۔ یہ آیات

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کے الفاظ کو یہ کہہ کر جھٹلایا جاتا ہے کہ حضرت مریمؑ کو بغیر مرد کے حمل ہوا۔ جو سراسر ذیل کی آیات کے خلاف ہے۔ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْکُنَ اِلَیْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا۔ اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ وہ اس سے آرام حاصل کرے پھر جب وہ اس پر پردہ ڈالتا ہے تو وہ ایک ہلکا سا بوجھ اٹھا لیتی ہے اور اس کے ساتھ چلتی پھرتی ہے (۷-۱۸۹) صاف ظاہر ہے کہ عورت کے بغیر مرد کے نطفہ کے حمل نہیں ہوتا اور جوڑا بنانے کی غرض بھی یہی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْۤا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ۔ اور ان کے نشانوں میں سے یہ ہے کہ تمہارے لیے تمہارے نفسوں سے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم ان سے تسکین پاؤ اور تمہارے درمیان محبت اور رحم پیدا کیا۔ یقیناً اس میں ان لوگوں کے لیے نشان ہیں جو فکر کرتے ہیں (۳۰-۲۱) اب یہ کہہ دینا کہ حضرت مریمؑ کا جوڑا نہیں بنایا تھا سراسر جہالت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب کے جوڑے بنائے۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے وَّخَلَقْنٰکُمْ اَزْوَاجًا ۙ (النباء ۱) اور ہم نے (بقیہ حاشیہ برصفحہ آئندہ)۔

Marfat.com

اس پر شاہد ہیں:

وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ (تغابن ع ۱)	اور تمہاری تصویریں بنائیں سو تمہاری تصویروں کو خوبصورت بنایا (۶۴-۳)
يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۝ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِي أَيِّ صُورَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ ۝ (الانفطار ع ۱)	اے انسان! تجھے اپنے رب کریم کے بارے میں کس چیز نے دھوکہ دیا جس نے تجھے پیدا کیا پھر تجھے حکمت سے بنایا، پھر تجھے اعتدال پر بنایا جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دیا (۸۲، ۶ تا ۸)

بلا شبہ قرآن کریم اور بائبل مقدس دونوں اس پر متفق ہیں کہ خدا تعالیٰ کی مانند کوئی چیز نہیں۔ ذیل کی آیات اس پر گواہ ہیں:

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (الشوریٰ ع ۲) اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔ (۴۲-۱۲)

"وہ قدوس فرماتا ہے تم مجھے کس سے تشبیہ دو گے؟ اور میں کس چیز سے مشابہ بنوں گا؟" (یسعیاہ ۴۰/۲۵)

ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کا انسان کو اپنی شکل پر بنانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

(۶) جیسے عیسائی غلو کر کے یہ کہتے ہیں کہ خدا نے تمام اختیارات حضرت مسیحؑ کو دے دیئے تھے جس کے ثبوت میں وہ یہ آیت پیش کرتے ہیں "باپ بیٹے سے محبت رکھتا ہے اور اس نے سب چیزیں اس کے ہاتھ میں دے دی ہیں۔" (یوحنا ۳-۳۵) اسی طرح صوفیان کرام اور اکثر اہل اسلام بھی یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب اختیارات رسول اللہؐ کو دے دیئے تھے۔ جس کے ثبوت میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں:

"اَللّٰهُ مُعْطِيْ وَاَنَا الْقَاسِمُ" اللہ عطا کرنے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ) تمہیں جوڑے جوڑے پیدا کیا (۸، ۷۸) اب حضرت مریمؑ کا جوڑا نہ ماننا گویا اس آیت کو جھٹلانا ہے حالانکہ انجیل شریف میں حضرت مریمؑ کا جوڑا یوسف بتایا گیا ہے جو اُس کا خاوند تھا اور وہ اس کی بیوی تھی (متی ۱-۱۶، ۲۰)

مگر اس کی تطبیق قرآنی آیت سے ہرگز نہیں کرتے بلکہ مندرجہ ذیل اشعار خوب شوق سے پڑھتے ہیں ؎

تُو ہے محبوبِ خدا ساری خدائی ہے تیری | ہے تیرے زیرِ نگیں ملک عطائے کبریا
مال عاشق کا سراسر ملک ہے معشوق کی | اس لیے کہتا ہوں تجھ کو مالکِ ارض و سما
تجھ کو بخشا ہے خدا نے اختیارِ کائنات | میری بگڑی بھی بنا دے از رہ لطف و عطا

اگر مذکورہ بالا حدیث کی اس آیت: وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ (الحشر ۱٤) "اور جو تمہیں رسول دیتا ہے وہ لے لو" (۵۹-۷) کے ساتھ تطبیق کر دی جاتی تو پھر بھی کچھ معنی ہو سکتے۔ کیونکہ یہ حکم مالِ غنیمت کی تقسیم کے متعلق ہے۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۔ (الحشر ۱٤)

جو اللہ نے اپنے رسول کو بستیوں والوں سے مالِ غنیمت دلایا تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے اور رسول کے لیے اور قریبیوں کے لیے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے) تاکہ تم میں سے دولت مندوں کے اندر نہ پھرتا رہے۔ (۵۹-۷)

صاف ظاہر ہے کہ خدا کا عطا کردہ مالِ غنیمت جو تمہیں رسول دیتا ہے وہ لے لو اور جس سے وہ تمہیں روکتا ہے رُک جاؤ۔ (۵۹-۷)

حقیقتہً نفع اور نقصان پہنچانے کا نہ تو حضرت مسیحؑ کو کوئی اختیار تھا اور نہ ہی حضرت محمدؐ کو۔ یہ آیات اس پر شاہد ہیں: "اس وقت زبدی کے بیٹوں کی ماں نے اپنے بیٹوں کے ساتھ اس کے سامنے آ کر سجدہ کیا اور اس سے کچھ عرض کرنے لگی . . . کہ یہ میرے دونوں بیٹے تیری بادشاہی میں تیری دہنی طرف اور بائیں طرف بیٹھیں۔ یسوعؑ نے جواب میں کہا . . . اپنے دہنے بائیں کسی کو بٹھانا میرا کام نہیں مگر جن کے لیے میرے باپ کی طرف سے تیار کیا گیا۔ اُن

ہی کے لیے ہے۔" (متی ۲۰-۲۰ تا ۲۳) اسی طرح قرآن پاک بھی کہتا ہے کہ حضرت مسیحؑ کو نفع اور نقصان دینے کا کوئی اختیار نہ تھا:

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۭ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔ (المائدہ ع ۱۰)	کہہ کیا تم اللہ کے سوائے اس کی عبادت کرتے ہو جس کو نہ تمہارے نقصان کا اختیار ہے اور نہ نفع کا اور اللہ ہی سننے والا اور جاننے والا ہے (۵-۷۶)

اور حضرت محمدؐ سے بھی ایسا ہی اعلان کرایا گیا۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے:

قُلْ اِنِّىْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝ (الجن ع ۲)	کہہ میں تمہارے لیے کسی نقصان کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ بھلائی کا (۷۲-۲۱)

(۷)۔ جیسے عیسائی غلو کر کے یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ صلیبی موت کے بعد اپنے جسم کے ساتھ جہاں چاہیں جا سکتے ہیں جس کے ثبوت میں وہ یہ آیات پیش کرتے ہیں" اور دیکھو یسوع اُن سے ملا اور اس نے کہا سلام! انھوں نے پاس آ کر اس کے قدم پکڑ لیے اور اسے سجدہ کیا۔ اس پر یسوع نے اُن سے کہا: ڈرو نہیں جاؤ میرے بھائیوں سے کہو کہ گلیل کو چلے جائیں۔ وہاں مجھے دیکھیں گے" (متی ۲۸-۹،۱۰) "غرض خداوند یسوع اُن سے کلام کرنے کے بعد آسمان پر اٹھایا گیا" (مرقس ۱۶-۱۹) اسی طرح سے صوفیانِ کرام اور اکثر اہلِ اسلام بھی یہ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ وفات کے بعد اپنے تنزیہی جسدِ مبارک کے ساتھ جہاں چاہیں تشریف لے جا سکتے ہیں۔ مگر اس کے ثبوت میں کوئی قرآنی آیت پیش نہیں کرتے۔ حالانکہ قرآنِ مجید اور مقدس بائیبل دونوں اس پر متفق ہیں کہ مرنے کے بعد روحیں دوبارہ دنیا میں نہیں آتیں۔

(۸)۔ جیسے عیسائی غلو کر کے یہ کہتے ہیں کہ تمام چیزیں حضرت مسیحؑ کے وسیلہ سے پیدا ہوئیں جس کے ثبوت میں وہ یہ آیات پیش کرتے ہیں۔" سب چیزیں اُس کے وسیلہ سے

پیدا ہوئیں اور جو کچھ پیدا ہوا ہے اس میں سے کوئی چیز بھی اُس کے بغیر پیدا نہیں ہوئی" (یوحنا ۱-۳) "اور ایک ہی خداوند ہے یعنی یسوع مسیح جس کے وسیلہ سے سب چیزیں موجود ہوئیں اور ہم بھی اسی کے وسیلہ سے ہیں۔" (۱ کرنتھیوں ۸-۶)۔ اسی طرح سے صوفیانِ عظام اور اکثر اہلِ اسلام یہ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نورِ ذات کی پہلی تجلی ہے اور نورِ محمدؐ سے ہی تمام مخلقت پیدا ہوئی ہے۔ اس لیے خالق و مخلوق کے درمیان نورِ محمدؐ ایک لازمی اور ابدی واسطہ ہے۔ اُس نور کی وساطت کے بغیر نہ کوئی نعمت و برکت یا رحمت و راحت خالق کی طرف سے مخلوق تک پہنچتی ہے۔ اور نہ مخلوق کی طرف سے کوئی خیال دُعا یا پکار خالق تک رسائی کر سکتی ہے" مگر اس کے ثبوت میں کوئی آیت پیش نہیں کرتے۔ درحقیقت خدا تعالیٰ کی صفت خلق سے ہی تمام کائنات اور مخلوقات کا ظہور ہوا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کو اس کے متعلق کسی وسیلہ کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ خود قادرِ مطلق ہے۔

(۹)۔ جیسے عیسائی غلو کر کے یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ گنہگاروں کے نجات دہندہ ہیں جس کے ثبوت میں وہ یہ آیت پیش کرتے ہیں "یہ بات سچ اور ہر طرح سے قبول کرنے کے لائق ہے کہ مسیح یسوع گنہگاروں کو نجات دینے کے لیے دنیا میں آیا" (۱ تیمتھیس ۱-۱۵) اسی طرح سے اہلِ اسلام یہ کہتے ہیں کہ حضرت محمدؐ گنہگاروں کے شفیع ہیں جس کے ثبوت میں وہ قرآن مجید کی تو کوئی آیت پیش کرتے نہیں۔ مگر یہ شعر ضرور پڑھ دیتے ہیں ؎

اے شفیع المذنبین اے رحمۃ للعالمین — میں خطا کی انتہا ہوں تو عطا کی انتہا

درحقیقت کفارہ کے مسئلہ نے تو عیسائیوں کو گناہوں کے کرنے پر خوب دلیر کر دیا اسی طرح سے شفاعت کے مسئلہ نے اہل اسلام کو بھی۔ حالانکہ قرآن حمید اور مقدس بائبل دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ جان بوجھ کر گناہ کرنے والوں کے لیے نہ تو کوئی کفارہ اور نہ کسی کی شفاعت کام آئے گی۔ یہ آیات اس پہ گواہ ہیں:

بَلٰی مَنْ کَسَبَ سَیِّئَۃً وَّاَحَاطَتْ — ہاں جو بدی کماتا ہے اور اس کی برائیاں اُسے

بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

گھیر لیتی ہیں۔ وہی آگ والے ہیں وہ اسی میں رہیں گے اور جو ایمان لاتے ہیں اور اچھے کام کرتے ہیں وہی جنت والے ہیں وہ اسی میں رہیں گے " (۲-۸۱ و ۸۲)

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝

(النساء ع ۳)

اللہ کے نزدیک توبہ صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو جہالت سے بدی کر بیٹھتے ہیں پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں۔ پس انہی پر اللہ (رحمت سے) متوجہ ہوتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت ہے اور توبہ اُن کے لیے نہیں ہے جو بدیاں کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت آموجود ہوتی ہے کہتا ہے اب میں نے توبہ کی اور نہ اُن کے لیے) جو کافر ہونے کی حالت میں ہی مر جاتے ہیں۔ یہی ہیں جن کے لیے ہم نے دردناک دُکھ تیار کر رکھا ہے"۔

(۴-۱۷، ۱۸)

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ؕ (المدثر ع ۲)

سو انہیں سفارش کرنے والوں کی سفارش فائدہ نہ دے گی۔ (۷۴-۴۸)

* اے سانپ کے بچو! تم کو کس نے جتا دیا کہ آنے والے غضب سے بھاگو۔ پس توبہ کے موافق پھل لاؤ اور اپنے دلوں میں یہ کہنے کا خیال نہ کرو کہ ابرہام ہمارا باپ ہے (متی ۳- ۸تا۹) "اور اب درختوں کی جڑ پر کلہاڑا رکھا ہوا ہے پس جو درخت اچھا پھل نہیں لاتا۔ وہ کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے (متی ۳-۱۰)" کیونکہ حق کی پہچان حاصل کرنے کے بعد اگر ہم جان بوجھ

Marfat.com

کر گناہ کریں تو گناہوں کی کوئی اور قربانی باقی نہیں رہی، ہاں عدالت کا ایک ہولناک انتظار اور غضب ناک آتش باقی ہے جو مخالفوں کو کھا لے گی (عبرانیوں ۱۰-۲۶،۲۷)۔

صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیحؑ کو کفارہ ماننے میں کوئی فائدہ نہیں۔

جیسے عیسائی مبالغہ کر کے یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ حاضر و ناظر ہیں جس کے ثبوت میں وہ یہ آیت پیش کرتے ہیں: "کیونکہ جہاں دو یا تین میرے نام پر اکٹھے ہیں وہاں میں ان کے بیچ میں ہوں" (متی ۱۸-۲۰) اسی طرح سے اکثر اہل اسلام بھی یہ کہتے ہیں کہ حضرت محمدؐ بھی حاضر و ناظر ہیں جس کے ثبوت میں وہ یہ آیت پیش کرتے ہیں:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ۝ (الاحزاب ع ۶)	اے نبیؐ! ہم نے تجھے گواہ بنا کر بھیجا ہے۔ اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کی طرف سے اس کے حکم سے بلانے والا اور روشن کرنے والا سورج (۳۳ ۴۵/۴۶)

بلاشبہ نہ تو حضرت مسیحؑ حاضر و ناظر تھے کیونکہ وہ اتنا بھی نہ جان سکے کہ کس نے ان کو چھوا۔ یہ آیت اس پر گواہ ہے "یسوع نے فی الفور اپنے میں معلوم کر کے کہ مجھ میں سے قوت نکلی۔ اس بھیڑ میں پیچھے مڑ کر کہا کس نے میری پوشاک چھوئی؟" (مرقس ۵-۳۰) اور نہ ہی حضرت محمدؐ حاضر و ناظر تھے۔ کیونکہ انھیں باوجود مدینہ منورہ میں رہنے کے پھر بھی وہاں کے منافقوں کا کوئی علم نہ ہو سکا۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے:

وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ ۛ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ ۛ لَا تَعْلَمُهُمْ ۖ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۚ (التوبہ ع ۱۳)	اور بعض مدینے کے رہنے والے بھی نفاق پر اڑے بیٹھے ہیں تو ان کو نہیں جانتا ہم انھیں جانتے ہیں (۹-۱۰۱)

حقیقتہً سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی شخص حاضر و ناظر نہیں ہو سکتا۔ یہ آیات اس پر گواہ ہیں:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۔ (المجادلہ ع ۲)

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ کوئی تین خفیہ مشورہ کرنے والے نہیں ہوتے مگر وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ مگر وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم ہوتے ہیں اور نہ زیادہ۔ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جہاں کہیں وہ ہوں، پھر انھیں قیامت کے دن اس کی خبر دے گا جو انھوں نے کیا اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ (۵۸-۷)

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ؕ (البروج ع ۱) اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔ (۸۵-۹)۔

اب اللہ تبارک وتعالیٰ کو جو نہ صرف ہر چیز کو جاننے والا بلکہ ہر چیز پر گواہ ہے چھوڑ کر اس کے بندوں کو غیب دان اور حاضر و ناظر سمجھنا سراسر کم عقلی کا نشان ہے۔ مشرکین اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ جب اللہ کے سوائے کوئی غیب دان اور حاضر و ناظر نہیں تو پھر دوسرے انسانوں میں کیوں ایسی صفات مانی جائیں۔ جب کہ وہ ہمارے اعمال سے ہی خبردار نہیں۔

(۱۱) جیسے عیسائی غلو کر کے یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ بجسدِ عنصری آسمان پر اٹھا لیے گئے اور پھر واپس آئیں گے۔ جس کے ثبوت میں وہ یہ آیت پیش کرتے ہیں " اور کہنے لگے اے گلیلی مردو! تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھتے ہو؟ یہی یسوع جو تمہارے پاس سے آسمان پر اٹھایا گیا ہے۔ اسی طرح پھر آئے گا۔ جس طرح تم نے اسے آسمان پر جاتے دیکھا ہے (اعمال ۱-۱۱) اسی طرح سے اہل اسلام بھی کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ بجسدِ عنصری آسمان پر اٹھا لیے گئے۔ جس کے ثبوت میں یہ آیت پیش کرتے ہیں:

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ (النساء ع ۲۲)۔ بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف (آسمان پر) اٹھا لیا (۴-۱۵۸)

اور پھر واپس آنے کے ثبوت میں یہ حدیث دکھاتے ہیں:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا اَنْزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَاِمَامُکُمْ مِّنْکُمْ۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریمؑ تم میں آئے گا اور وہ تمہارا امام تم میں سے ہوگا (بخاری کتاب الانبیاء)

مگر اس حدیث کی قرآنی آیت کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں کرتے، کیونکہ رسول اللہؐ کے آخری نبی ہونے پر نہ صرف قرآنِ حکیم بلکہ احادیث بھی شاہد ہیں:

(۱۲)۔ جیسے عیسائی غلو کر کے یہ کہتے ہیں کہ ہمارا وسیلہ حضرت مسیحؑ ہیں جن کے ذریعے ہم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ جس کے ثبوت میں وہ یہ آیات پیش کرتے ہیں۔ "اس کے بیٹے یسوع کا خون تمام گناہوں سے پاک کرتا ہے" (۱۔ یوحنا ۱-۷) "مگر تم جو پہلے دور تھے اب مسیح یسوع میں مسیح کے خون کے سبب سے نزدیک ہو گئے ہو۔" (افسیوں ۲-۱۳) اسی طرح سے صوفیانِ کرام اور اکثر اہلِ اسلام مبالغہ کر کے یہ کہتے ہیں کہ ہمارا وسیلہ پیر ہیں جن کے ذریعے ہم اللہ کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ جس کے ثبوت میں وہ یہ آیت پیش کرتے ہیں:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (المائدہ ع ۶)	اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کا قرب چاہو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو۔ (۵-۳۵)

اس آیت کے لفظ وسیلہ سے پیر مراد لینا قطعاً غلط ہے کیونکہ وہ تو خود اللہ تعالیٰ کے قرب کی تلاش میں رہتے ہیں۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَۃَ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَہٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَہٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ	وہ جنھیں یہ پکارتے ہیں۔ ان میں سے وہ جو زیادہ قرب رکھتے ہیں خود اپنے رب تک پہنچنے کا وسیلہ ڈھونڈتے ہیں اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے

مَحۡمُوۡدًا - سے ڈرتے ہیں۔ تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔" (۱۷-۵۷)
(بنی اسرائیل ع۶)

چونکہ خدا تعالیٰ روح ہے لہٰذا اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے روحانی ذرائع ہونے چاہئیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنا۔ اس کی عبادت کرنا۔ اس سے دعا نیں مانگنا۔ اس کی شکرگزاری کرنا اور نیکی کے کام کرنا۔ حقیقتہً وابتغوا الیہ الوسیلۃ کے معنی اور اس کا قرب چاہو" کے ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہؐ کی اس دعا، جو آذان کے بعد مانگی جاتی ہے

اٰت محمدن الوسیلۃ والفضیلۃ "محمدؐ کو خاص قرب اور فضیلت عطا فرما"

سے ثابت ہوتا ہے۔ اب اس دعا کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو کوئی پیر دے۔ حالانکہ رسول اللہؐ کسی پیر کے محتاج نہیں۔

(۱۳)۔ جیسے عیسائی غلو کر کے یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ نے جسمانی مردے زندہ کیے ویسے ہی مسلمان بھی کہتے ہیں کہ نہ صرف آنحضرتؐ نے بلکہ آپ کی امت کے اولیاؤں نے بھی کیے حالانکہ قرآن مجید اور مقدس بائیبل دونوں اس پر متفق ہیں کہ جسمانی مردے زندہ کر کے دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجے جاتے۔

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الۡاَنۡفُسَ حِیۡنَ مَوۡتِہَا وَالَّتِیۡ لَمۡ تَمُتۡ فِیۡ مَنَامِہَا فَیُمۡسِکُ الَّتِیۡ قَضٰی عَلَیۡہَا الۡمَوۡتَ وَیُرۡسِلُ الۡاُخۡرٰۤی اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ۔
(الزمر ع۵)

اللہ روحوں کو قبض کرتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو مرے نہیں ان کی نیند میں پھر انھیں روک رکھتا ہے جن پر موت کا حکم ہو چکا ہے اور دوسروں کو ایک مقررہ وقت تک بھیج دیتا ہے اس میں ان کے لیے نشان ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں (۳۹-۴۲)

"جس طرح بدلی جاتی رہتی ہے اور غائب ہو جاتی ہے اسی طرح جو گور میں اترتا پھر اوپر نہ آوے گا وہ پھر اپنے گھر کو نہ پھرے گا۔ اور اس کا مکان اسے پھر نہ پہچانے گا۔"
(ایوب ۷-۹، ۱۰)

"اور جس طرح آدمیوں کے لیے ایک بار مرنا اور اس کے بعد عدالت کا ہونا مقرر ہے"
(عبرانیوں ۹-۲۷)

پس جب تمام لوگوں کے لیے ایک بار مرنا ہے تو پھر جسمانی مُردے کیونکر دوبارہ زندہ ہوں اور کس واسطے اُن پر دو موتیں وارد ہوں۔ آخر کچھ تو عقل سے کام لینا چاہیے۔ اس آیت پر غور کیجیے:

لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ — اس میں کوئی موت نہیں چکھیں گے سوائے پہلی موت کے (جو چکھ چکے) (الدخان ع ۳) (۴۴/۵۶)

(۱۴) جیسے عیسائی غلو کر کے یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ اپنی وفات کے بعد ہماری دعائیں سنتے، قبول کرتے اور جواب بھی دیتے ہیں۔ اسی طرح سے صوفیانِ عظام اور اکثر اہلِ اسلام یہ کہتے ہیں کہ حضرت محمدؐ بھی اپنی وفات کے بعد ہماری دعائیں سنتے، قبول کرتے اور جواب بھی دیتے ہیں۔ حالانکہ وفات کے بعد دونوں میں کوئی بھی نہیں سنتا اور نہ ہی جواب دیتا ہے۔ بطور مثال کے مندرجہ ذیل سوال کیے جاتے ہیں:۔

(۱)۔ جب حضرت مسیحؑ کی وفات کے بعد جسطن شہید نے دوسری صدی عیسوی میں "خدا کے بیٹوں کے انبار" کا ذکر کیا۔ جو سب مقدس کنواریوں کے پیٹ سے ہوئے تھے تو اس وقت حضرت مسیحؑ نے کیا جواب دیا تھا؟ اور کس کو مخاطب کیا تھا؟ حضرت مسیحؑ کا جواب نہ دینا صاف ثابت کرتا ہے کہ وہ سنتے ہی نہیں۔

(۲)۔ جب حضرت محمدؐ کی وفات کے بعد آپ کی جانشینی کا جھگڑا برپا ہوا تھا تو آپ نے اپنی خلافت کے متعلق کیا جواب دیا تھا؟ کہ کس کو خلیفہ مقرر کیا جائے؟ اور فیصلہ کرتے وقت کس کو مخاطب کیا تھا۔ جواب کا نہ دینا ثابت کرتا ہے کہ وہ سنتے ہی نہیں۔

(۱۵) جیسے عیسائی غلو کر کے یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ آسمان سے اتریں گے اور لوگوں کو ان کے اعمال کا اجر دیں گے اسی طرح سے اہلِ اسلام بھی کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ آسمان سے

Marfat.com

اتریں گے اور صلیبوں کو توڑیں گے اور خنزیروں کو قتل کریں گے۔ صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیحؑ کے دوبارہ آنے کا مقصد عیسائی تو کچھ بتاتے ہیں اور مسلمان کچھ اور ہی کہتے ہیں۔ اب دونوں میں سے کس کی بات کو سچا مانا جائے۔ درحقیقت حضرت مسیحؑ وفات پاگئے وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے، حالانکہ یہودی ابھی تک ان کا انتظار کر رہے ہیں، کیونکہ اُن کی کتابوں میں بھی صاف لکھا ہوا ہے کہ ایلیا نبیؑ آسمان پر اٹھائے گئے پھر وہ واپس آئیں گے۔ ذیل کی آیات اس پر گواہ ہیں:

"اور ایلیاہ بگولے میں آسمان پر چلا گیا" (سلاطین ۲-۱۱)۔ "دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیاہ نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا" (ملاکی ۴-۵)۔

بلاشبہ حضرت محمدؐ آخری نبیؐ ہیں جن کے بعد نہ تو پرانے نبی حضرت ایلیاہ اور حضرت مسیحؑ کی اور نہ ہی نئے نبی کی ضرورت ہے۔ کیونکہ آخری نبی وہ ہوتا ہے جس کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہ رہے۔ اب یہ کہنا کہ حضرت مسیحؑ دوبارہ بہ طور نبی کے نہیں آئیں گے جس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ان کی نبوت کس قصور پر چھینی جائے گی بغیر قصور کے نبوت کا چھیننا سراسر ناانصافی ہے۔

Marfat.com

باب ہشتم

اللہ تعالیٰ کے صفات اور حضرت محمدؐ کے اوصاف کا موازنہ

بلاشبہ جیسے عیسائیوں نے پہلے کافروں اور مشرکوں کی نقل کر کے حضرت مسیحؑ کا درجہ نبی اور رسول سے بڑھا کر انھیں اپنا خدا ٹھہرایا۔ اسی طرح سے مسلمانوں نے عیسائیوں کی نقل کر کے رسول اللہؐ کی طرف بعض خدائی صفات منسوب کیں اور ان کا درجہ بھی بشر رسول سے بڑھ کر بڑھایا، حالانکہ ایسا کرنے کی ممانعت بھی کی گئی تھی۔ یہ حدیث اس پر شاہد ہے

عَنْ عُمَرَؓ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُطْرُوْنِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللهِ وَرَسُوْلُهٗ۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے وہ منبر پر کہتے تھے کہ میں نے نبی صلعم کو سنا فرماتے تھے کہ میری تعریف میں مبالغہ نہ کرنا جس طرح عیسائیوں نے ابن مریمؑ کے حق میں کیا ہے، میں صرف اللہ کا بندہ ہوں۔ پس تم کہو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔ (بخاری، کتاب الانبیاء)

مگر افسوس ایسی مفید نصیحت سے بھی مبالغہ کرنے والے مسلمان کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے۔ حالانکہ نماز کی حالت میں بھی التحیات پڑھتے وقت یہی الفاظ دہراتے ہیں مگر پھر بھی بعض خدائی صفات رسول اللہؐ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

Marfat.com

اگر ایسے برادرانِ اسلام کو اللہ تعالیٰ کے صفات اور حضرت محمدؐ کے اوصاف کا کوئی علم ہوتا تو پھر ہرگز ایسا نہ کرتے۔ اب اُن کی راہ نمائی کے لیے ایسا موازنہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ انھیں اس بات کا علم ہوجائے کہ آنحضرتؐ میں اللہ تعالیٰ کے صفات نہ تھے بلکہ وہ ایک بشر رسول ہی تھے، کیونکہ خالق اور مخلوق میں ایک نمایاں فرق ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَفَمَنۡ یَّخۡلُقُ کَمَنۡ لَّا یَخۡلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ۔ (النحل ع ۲)

تو کیا جو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے وہ اس کی طرح ہے جو پیدا نہیں کرتا۔ سو کیوں تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ (۱۶-۱۷)

(۱)

اللہ تعالیٰ کا باپ نہیں۔

وَلَمۡ یُوۡلَدۡ (اخلاص ع ۱) اور نہ اُس کو کسی نے جنا (۱۱۲-۳)۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نسب نامہ نہیں کیونکہ وہ جنا جانے اور جننے سے بالاتر ہے۔ بلاشبہ خدا تعالیٰ کی ہستی ازلی اور ابدی ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ ہی رہے گا۔

(۱)

حضرت محمدؐ کا باپ تھا۔

وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۙ (البلد ع ۱) اور باپ کی اور جو اس سے پیدا ہوا (۹۰-۳)

حقیقتہً جو بچہ تولد ہوتا ہے اس کا باپ بھی ہوتا ہے جیسا کہ حضرت محمدؐ جنے گئے تھے۔ کیونکہ وہ نطفہ کے ذریعے حمل سے پیدا ہوئے تھے اور ان کی والدہ کا نام حضرت آمنہؓ تھا۔ اور باپ کا نام عبداللہ۔ چنانچہ اُن کا نسب نامہ یہ ہے: محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن مناف۔ اسی طرح سے حضرت مسیحؑ بھی جنے گئے تھے کیونکہ وہ نطفہ کے ذریعے حمل سے پیدا ہوئے تھے اور اُن کی والدہ محترمہ کا نام حضرت مریمؑ تھا اور باپ کا نام یوسف۔ چنانچہ اُن کا نسب نامہ یہ ہے: مسیحؑ بن یوسف بن یعقوب بن متان بن الیعزر (متی ۱-۱۵، ۱۶)

Marfat.com

اگر اُن باپ نہ ہوتا تو پھر نسب نامہ نہ دیا جاتا۔ چنانچہ حضرت آدمؑ کا کوئی نسب نامہ نہیں کیونکہ وہ حمل سے تولد نہیں ہوئے تھے اور حمل بغیر نطفہ کے ہرگز نہیں ہوتا۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے:

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًى ۝ اَلَمْ یَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰى ۝ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۝ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝	کیا انسان خیال کرتا ہے کہ وہ مہمل ہی چھوڑ دیا جائے گا۔ کیا وہ منی کا ایک نطفہ نہ تھا جو ڈالی جاتی ہے۔ پھر وہ ایک لوتھڑا تھا سو (اسے) پیدا کیا پھر ٹھیک بنایا تب اس سے دو زوج بنائے مرد اور عورت۔ (۷۵-۳۶ تا ۳۹)

اب حمل سے پیدا شدہ شخص کا باپ نہ ماننا سراسر جہالت ہے۔

(۲)

اللہ تعالیٰ صاحب زوج نہیں۔ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى یَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ (الانعام ع۱۳) آسمانوں اور زمین کا عجیب پیدا کرنے والا اور اس کا بیٹا کس طرح ہو سکتا ہے اور اس کی کوئی جورو نہیں۔ (۶-۱۰۲) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ (الاخلاص ع۱) کہہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے (۱۱۲-۲/۱)۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو اولاد کی ضرورت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُس کی زوجہ نہیں، جب جورو ہی نہیں تو پھر اولاد کیسے ہو۔ جب اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق کے ہاں بغیر جوڑے کے بیٹا نہیں ہو سکتا تو حضرت مریمؑ ایک عاجز عورت کے ہاں بغیر جوڑے کیونکر بیٹا ہو سکتا ہے آخر کچھ تو عقل سے کام لینا چاہیے کیا خدا تعالیٰ نے اُس کا جوڑا نہیں بنایا تھا جب کہ اس کا ارشاد ہے:

وَخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝ (النباع ۱)	اور ہم نے تمہیں جوڑے جوڑے پیدا کیا (۷۸-۸)

کیا حضرت مریمؑ کا جوڑا بنانا (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ بھول گیا تھا؟ حالانکہ وہ بھولنے والا نہیں۔

(۲)

حضرت محمدؐ صاحب ازواج تھے۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ (الاحزاب ع) نبی مومنوں پر اُن کی جانوں سے زیادہ حق رکھتا ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں (۳۳-۶)۔ نہ صرف آنحضرتؐ کی بیویاں اولاد تھی۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً (الرعد ع) اور ہم نے تجھ سے پہلے رسول بھیجے اور انھیں بیویاں اور اولاد بھی دی (۱۳-۳۸)

(۳)

اللہ تعالیٰ صاحب اولاد نہیں۔ لَمْ يَلِدْ (الاخلاص ع۱) نہ اُس نے کسی کو جنا۔ (۱۱۲-۳)

صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ حمل کرنے سے پاک ہے۔ کیونکہ جو ہستی حمل کر سکتی ہے وہ صاحب اولاد بھی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اسی پر بناء پر عیسائی حضرت مسیحؑ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں کیونکہ وہ یہ مانتے ہیں کہ حضرت مریمؑ کو بغیر مرد کے روح القدس کی قدرت سے حمل ہوا تھا جس کی علانیہ تردید کی گئی ہے۔ مگر افسوس اہل اسلام بھی یہی کہتے ہیں کہ حضرت مریمؑ کو بغیر خاوند کے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے حمل ہوا تھا۔ گویا عیسائیت کی بنیاد کو تو خوب مضبوط کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے قول کو جھٹلاتے ہیں اور اشاعت اسلام کرنے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں:۔

(۴)

حضرت محمدؐ صاحب اولاد تھے۔ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ (الاحزاب ع) اے نبی اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں سے کہہ دے (۳۳-۵۹)۔ اس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ صرف حضرت فاطمہؓ ہی آنحضرتؐ کی صاحبزادی نہ تھیں بلکہ اور بھی تھیں کیونکہ بَنٰتِكَ جمع کا صیغہ ہے جیسا کہ اَزْوَاجِكَ اسی طرح سے آپ کی نرینہ

اولاد بھی تھی۔ چنانچہ آپؐ کا صاحبزادہ حضرت ابراہیمؑ بچپن میں ہی وفات پا گئے۔

(۴)

اللہ تعالیٰ کا کوئی مشابہ نہیں۔ (۱) لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (الشوریٰ ع ۲) اس کی مثل کوئی چیز نہیں (۴۲-۱۱) (۲) وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (اخلاص ع ۱) اور اس کا کوئی ہمسر نہیں (۱۱۲-۴)

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں اس کا ہمسر ٹھہرانے کی ممانعت کی گئی۔ جیسا کہ اس کا ارشاد ہے: اَلَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ وہ جس نے زمین تمہارے لیے فرش بنایا اور آسمان کو عمارت اور اوپر سے پانی اتارا۔ پھر اس کے ساتھ تمہارے لیے پھلوں سے رزق نکالا۔ پس تم اللہ کے ہمسر نہ ٹھہراؤ اور تم جانتے ہو (۲-۲۲)

اب اکثر مسلمان ہی خدا تعالیٰ کے صفات عالم الغیب اور حاضر و ناظر آنحضرتؐ کی طرف منسوب کر کے انھیں ان صفات میں اللہ کا ہمسر ٹھہراتے ہیں۔ گویا اپنے آپ کو اس آیت کا مصداق بناتے ہیں قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۔ کیا تم اس کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو وقتوں میں پیدا کیا اور اس کے لیے ہمسر ٹھہراتے ہو وہ جہانوں کا رب ہے۔ (۴۱-۹)

(۴)

حضرت محمدؐ حضرت موسیٰؑ سے مشابہ تھے۔ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۵ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ہم نے تمہاری رسول بھیجا ہے (جو) تم پر گواہ ہے۔ جس طرح ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا۔ (۷۳-۱۵) قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (الکھف ع ۱۲) کہہ میں صرف تمہاری طرح بشر ہوں لیکن میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا ایک ہی معبود ہے (۱۸-۱۱۰)۔

آنحضرتؐ بشریت کے لحاظ سے تو عام لوگوں کے مشابہ تھے مگر حضرت موسیٰ کے سا

بشریت اور رسالت دونوں کے لحاظ سے مشابہ تھے۔

(۵)

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ (الانعام ع ۷)
اور اس کے پاس غیب کے خزانے ہیں سوائے اس کے ان کو کوئی نہیں جانتا (۶-۵۹) وَلِلّٰهِ غَيْبُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ (ھود ع ۱۰) اور آسمانوں اور
زمین کا غیب اللہ کے لیے ہی ہے اور اسی طرف ہی سب کام لوٹائے جاتے ہیں۔ قُلْ لَّا يَعْلَمُ
مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ (النمل ع ۵) کہہ جو کوئی آسمانوں
اور زمین میں ہیں۔ سوائے اللہ کے کوئی غیب کو نہیں جانتا اور وہ نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے
(۲۷-۶۵)

ایسے اعلان کے باوجود پھر اکثر مسلمانوں کا یہ کہنا کہ رسول اللہؐ عالم الغیب تھے نہ صرف
جہالت ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے ہنسی مذاق کرنا ہے جس کی ممانعت کی گئی ہے وَلَا
تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا (البقرۃ ع ۲۹) اور اللہ کی باتوں سے ہنسی نہ کرو (۲-۲۳۱)

(۵)

حضرت محمدؐ عالم الغیب نہ تھے۔ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَاۗىِٕنُ اللّٰهِ
وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ ۚ (الانعام ع ۵)
کہہ دے میں تم کو نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور
اور نہ میں تم کو کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ (۶-۵۰) وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ
مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۚ (الاعراف ع ۲۳) اور اگر میں غیب
جانتا ہوتا تو بہت بھلائی لے لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی (۷-۱۸۸)

(۶)

اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہے۔

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِکُمْ اَوْ تُبْدُوْہُ یَعْلَمْہُ اللّٰہُ ؕ وَیَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔(اٰل عمران ع ۳)

کہہ اگر جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے چھپاؤ یا اسے ظاہر کرو، اللہ اسے جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۳-۲۸)

وَھُوَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یَعْلَمُ سِرَّکُمْ وَجَھْرَکُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَکْسِبُوْنَ ۔

اور آسمانوں اور زمین میں وہی اللہ ہے۔ وہ تمہاری چھپی اور ظاہر (باتیں) جانتا ہے اور وہ جانتا ہے جو تم کماتے ہو۔ (۶-۳) وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُھَآ اِلَّا ھُوَ ؕ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَۃٍ اِلَّا یَعْلَمُھَا وَلَا حَبَّۃٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ (الانعام ع)

اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ ان کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا۔ مگر وہ اسے جانتا ہے اور کوئی دانہ زمین کی تاریکیوں میں نہیں اور نہ تر اور نہ خشک، مگر وہ ایک کھلی کتاب میں ہے (۶-۵۹)

(۶)

حضرت محمد حاضر و ناظر تھے۔ ذٰلِکَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْہِ اِلَیْکَ ؕ وَمَا کُنْتَ لَدَیْھِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَھُمْ اَیُّھُمْ یَکْفُلُ مَرْیَمَ وَمَا کُنْتَ لَدَیْھِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ ۝ (اٰل عمران ع ۵)

یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں اور تو ان کے پاس نہ تھا جب وہ اپنی قلمیں ڈالتے تھے کہ ان میں سے کون مریم کا کفیل بنے اور نہ تو ان کے پاس تھا جب وہ آپس میں جھگڑتے تھے۔ (۳-۴۳) فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ (السجدۃ ع ۲)

پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے اس کا بدلہ جو وہ کرتے تھے (۳۲-۱۷)

عَبَسَ وَتَوَلّٰی ۙ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ؕ وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ یَزَّكّٰی ۙ اَوْ یَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰی ؕ (عبس ع۱)

تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا۔ اس لیے کہ اس کے پاس اندھا آیا اور تجھے کیا خبر ہے کہ شاید وہی پاکیزگی اختیار کرے یا نصیحت قبول کرے۔ پس نصیحت اسے فائدہ دے (۸۰- ا تا ۴)

(۱)۔ اگر حضرت محمدؐ عالم الغیب اور حاضر و ناظر ہوتے تو پھر پانچ ہجری میں غزوۂ مصطلق سے واپسی پر اسلامی لشکر کے کوچ کے وقت جب حضرت عائشہ صدیقہؓ گلے کا ہار ٹوٹ جانے کی وجہ سے لشکر سے الگ ہو کر پیچھے رہ گئی تھیں اور آپ کے ہودہ بردار لشکر کے ساتھ خالی ہودہ لے جا رہے تھے تو اس وقت فوراً آنحضرتؐ کو معلوم ہو جاتا کہ ہودہ بردار تو خالی ہودہ کو لے جا رہے ہیں اور زوجہ مطہرہ تو پیچھے رہ گئی ہیں، اس وقت انہیں ایسے علم کا نہ ہونا ثابت کرتا ہے کہ آنحضرتؐ نہ تو عالم الغیب تھے اور نہ ہی حاضر و ناظر۔ اگر وہ ایسا ہوتے تو پھر فوراً ہودہ برداروں کو یہ کہہ سکتے تھے کہ تم تو ہودہ خالی لے جا رہے ہو۔ زوجہ مطہرہ تو پیچھے رہ گئی ہیں۔ واپس جاؤ اور انہیں لے کر آؤ۔ جب اپنی موجودگی میں ہی اپنی بیوی کے متعلق انہیں کوئی علم نہ ہو سکا تو پھر اور لوگوں کے متعلق کیا ہو سکتا ہے جب وہ ان کے سامنے موجود بھی نہ ہوں۔

(۲)۔ علاوہ ازیں اسی واقعہ سے منافقوں کو حضرت عائشہ صدیقہؓ پر بہتان لگانے کا موقع بھی مل گیا جس کے باعث آنحضرتؐ رنجیدہ خاطر ہو گئے اور اپنی زوجہ مطہرہ کو اس کے والدین کے گھر جانے کی اجازت دے دی۔ اور ان کے متعلق تحقیقات کرنا شروع کر دی احادیث اس پر گواہ ہیں۔ اگر نبی کریمؐ عالم الغیب یا حاضر و ناظر ہوتے، تو پھر ہرگز آزردہ خاطر نہ ہوتے۔

Marfat.com

اور نہ ہی اپنی زوجہ مطہرہ کے متعلق کوئی بدگمانی کرتے اور نہ ہی کسی قسم کی تحقیقات کراتے بلکہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کو بہتان سے پاک ٹھہراتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا اور پھر آپ کو تسلی ہوئی ہے۔

(۳) چھٹی ہجری میں صلح حدیبیہ سے پیشتر جب کفار مکہ نے آنحضرتؐ کو حج کرنے سے روک دیا تھا اور حضرت عثمانؓ انہیں سمجھانے کے لیے گئے تھے۔ تو انھوں نے یہ مشہور کر دیا کہ حضرت عثمانؓ قتل کر دیے گئے ہیں تو آنحضرتؐ نے یہ فرمایا کہ ہم نہیں جائیں گے جب تک اُن سے بدلہ نہ لے لیں چنانچہ صحابہ کرام سے لڑ کر مر جانے کی بیعت لے لی۔ اگر آنحضرتؐ کو علم غیب ہوتا یا وہ حاضر و ناظر ہوتے تو پھر ہرگز ایسا نہ کرتے اور نہ ہی ایسی بیعت لیتے بلکہ کھلے لفظوں میں یہ کہہ دیتے کہ حضرت عثمانؓ کے قتل کی افواہ بالکل جھوٹی ہے۔

(۴) اگر حضرت محمد عالم الغیب یا حاضر و ناظر ہوتے تو پھر ایک یہودی عورت کے ہاتھ سے زہر آلودہ بھنا ہوا گوشت ہرگز نہ کھاتے۔ یہ حدیث اس پر گواہ ہے:-

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ يَهُوْدِيَّةً اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ مَسْمُوْمَةٍ فَاَكَلَ مِنْهَا۔	انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت آنحضرت صلعم کے پاس ایک زہر آلودہ بکری (بطور تحفہ) لائی۔ آپ نے اُس میں سے کچھ کھایا۔ (بخاری، کتب الہبہ۔

(۵)۔ اگر رسول اللہ صلعم عالم الغیب یا حاضر و ناظر تھے تو پھر اللہ تعالیٰ کو اُس وقت جب قیامت کے دن آنحضرتؐ اپنے بعض صحابہ کو دوزخ کی طرف لے جاتے ہوئے دیکھیں گے تو کہیں گے اے میرے رب! یہ تو میرے صحابہ ہیں، کس واسطے رسول اللہ کو ان الفاظ "تو نہیں جانتا کہ تیرے بعد انھوں نے کیا کیا بدعتیں نکالیں" میں مخاطب کرنا پڑے گا۔" (بخاری کتاب الانبیاء، ان واقعات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نہ تو اپنی زندگی میں اور نہ ہی وفات پا جانے کے بعد عالم الغیب اور حاضر و ناظر تھے۔

Marfat.com

(۶)

اللہ تعالیٰ لوگوں کے حالات سے غافل نہیں۔ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ

(البقرہ ع ۹) اور اللہ اس سے بے خبر نہیں جو وہ کرتے ہیں۔

(۲-۱۴۴) وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ۔ (نمل ع ۷) اور تیرا رب اس سے غافل نہیں جو تم کرتے

ہو۔ (۲۷-۹۳) اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهٖ مِنْ شَيْءٍ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (العنکبوت ع ۴)

اللہ اس کو جانتا ہے جو وہ اس کے سوائے کسی چیز کو پکارتے ہیں اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

(۲۹-۴۲) وَاَسِرُّوا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوا بِهٖ اِنَّهٗ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ

خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (الملک ع ۱) اور اپنی بات کو چھپاؤ یا اسے ظاہر کرو وہ سینوں کی باتوں کو

جاننے والا ہے۔ کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا اور وہ باریک باتوں کا جاننے والا خبردار ہے۔

(۷)

حضرت محمدؐ لوگوں کے حالات سے غافل تھے۔ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ

الْقَصَصِ بِمَا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ

الْغٰفِلِينَ ۝ (یوسف ع ۱) ہم اس قرآن کی تیری طرف وحی کرنے سے تجھے

نہایت اچھا بیان سناتے ہیں گو تو اس سے پہلے بے خبروں میں سے تھا (۱۲-۳) تِلْكَ مِنْ اَنْبَاءِ

الْغَيْبِ نُوحِيهَا اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا

فَاصْبِرْ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ (ہود ع ۴) یہ غیب کی خبروں سے ہیں جو ہم تیری طرف وحی کرتے

ہیں۔ تو انھیں اس سے پہلے نہ جانتا تھا اور نہ تیری قوم سو صبر کر انجام متقیوں کے لیے ہے۔ (۱۱-۴۹)

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِينَ ۝

(توبہ ع ۷) اللہ تجھے معاف کرے تو نے کیوں اُن کو اجازت دی۔ یہاں تک کہ جو سچے تھے وہ

تیرے لیے الگ ہو جاتے اور تو جھوٹوں کو بھی جان لیتا۔ (۹-۴۳)

Marfat.com

(۸)

اللہ تعالیٰ تمام باتوں کا علم رکھنے والا ہے۔

وَسِعَ رَبِّیْ کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَکَّرُوْنَ (الانعام ع ۹) میرے رب کا علم تمام چیزوں کو لیے ہوئے ہے پس کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے (۶-۸۱) اِنَّمَآ اِلٰـهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَسِعَ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ۔ (طٰہٰ ع ۵) تمہارا معبود صرف اللہ ہے جس کے سوائے کوئی معبود نہیں اس کا علم ہر چیز پر پھیلا ہوا ہے (۲۰-۹۸) رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا (المؤمن ع) ہمارے رب تیری رحمت اور علم ہر چیز پر پھیلا ہوا ہے۔ (۴۰-۷)

نہ صرف اللہ تعالیٰ ہی یہ کہتا ہے کہ حضرت محمدؐ پڑھنا نہیں جانتے تھے بلکہ وہ خود بھی یہی کہتے تھے۔ جیسا کہ ان کا قول ہے: "میں پڑھنا نہیں جانتا" (بخاری کتاب بدء الوحی) آپؐ نے تین مرتبہ یہی کہا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا۔ باوجود اتنے انکار کے پھر بھی اکثر مسلمان یہی کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ تو پیدائش سے ہی عالم الغیب تھے۔ گویا قرآنی آیات کو جھٹلاتے ہیں۔ حالانکہ پیدا ہونے پر انسان علم سے بالکل کورا ہوتا ہے۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے:

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْـًٔا ۙ (النحل ع ۱۱) اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے پیدا کیا تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ (۱۶-۸)

(۸)

حضرت محمدؐ نہ تو کتاب پڑھنا جانتے تھے اور نہ ہی ایمان سے واقف تھے۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ (العنکبوت ع ۵) اور تو اس سے پہلے کوئی کتاب نہ پڑھتا تھا اور نہ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتا تھا (۲۹-۴۸) وَمَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ (الشوریٰ ع ۵) تو نہ جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ (یہ کہ اس پر) ایمان (کیا ہے) (۴۲-۵۲)۔

(۹)

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کو جاننے والا ہے۔ یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (الاعراف ع ۲۳)

تجھ سے اس گھڑی کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا واقع ہونا کب ہوگا۔ کہہ اس کا علم تو میرے رب کو ہی ہے اس کو اس کے وقت پر کوئی ظاہر نہیں کرے گا مگر وہی۔ وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری بات ہے تم پر اچانک ہی آئے گی۔ تجھ سے پوچھتے ہیں گویا کہ تو اس کے متعلق کاوش کرنے والا ہے کہہ اس کا علم صرف اللہ کو ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (۷-۱۸۷) اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ○ (طٰهٰ ع ۱) وہ گھڑی ضرور آنے والی ہے۔ میں اسے مخفی ہی رکھنا چاہتا ہوں۔ تاکہ ہر نفس کو اس کے مطابق بدلہ دیا جائے جو وہ کوشش کرتا ہے۔

(۲۰-۱۵)

(۹)

حضرت محمد قیامت کے دن کو جاننے والے نہ تھے۔ يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ○ (الاحزاب ع ۸) لوگ تجھ سے (موعود) گھڑی کے متعلق پوچھتے ہیں کہہ دے اس کا علم صرف اللہ کو ہے اور تجھے کیا معلوم ہے کہ شاید وہ گھڑی قریب ہی ہو۔

(۳۳-۶۳) اَللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ (الشوریٰ ع ۲) اللہ وہ ہے جس نے کتاب اور میزان کو حق کے ساتھ اتارا اور تجھے کیا خبر ہے کہ شاید (موعود) گھڑی نزدیک ہی ہو۔ (۴۲-۱۷)

(۱۰)

اللہ تعالیٰ بھولنے والا نہیں۔

Marfat.com

(۱) وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا (مریم ع ۴) اور تیرا رب بھولنے والا نہیں۔ (۱۹-۶۴)

(۲) قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ کِتٰبٍ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسَی (طٰہٰ ع ۳) اس نے کہا تو پھر پہلی نسلوں کا کیا حال ہے۔ کہا ان کا علم میرے رب کے پاس کتاب میں میرا رب غلطی نہیں کرتا اور نہ بھولتا ہے۔ (۲۰- ۵۱ و ۵۲)۔

(۱۰)

حضرت محمدؐ بھولنے والے تھے۔

(۱) وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ (الکہف ع ۴) اور جب تو بھول جائے تو اپنے رب کو یاد کر (۱۸-۲۴)۔ اگر رسول اللہؐ میں بھول جانے کا مادہ ہی نہ تھا۔ تو پھر ایسا حکم دینے کی ضرورت نہ تھی۔

(۲) سَنُقْرِئُکَ فَلَا تَنْسٰٓی ٥ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ (الاعلیٰ ع۱) "ہم تجھے پڑھائیں گے، سو تو نہ بھولے گا مگر جو اللہ چاہے" (۸۷- ۶ و ۷)

اللہ تعالیٰ کی وحی کا یہاں ایک نشان بیان کیا ہے کہ ہم تجھے پڑھاتے ہیں تو تو اسے بھول نہیں سکتا۔ آنحضرتؐ بھی ایک انسان تھے اور ہر انسان بھولتا بھی رہتا ہے۔ آنحضرتؐ دیگر باتوں میں بعض وقت بھول جاتے تھے جس کے متعلق فرمایا: اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ جہاں اِلَّا استثناء منقطع ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح دوسرے انسان بھولتے ہیں تم بھی بہتیری باتیں بھول جاتے ہو جس کے ثبوت میں ذیل کی احادیث پیش کی جاتی ہیں:

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ وَعُدِّلَتِ الصُّفُوْفُ قِیَامًا فَخَرَجَ اِلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِؐ فَلَمَّا قَامَ فِیْ مُصَلَّاہُ ذَکَرَ اَنَّہٗ جُنُبٌ فَقَالَ لَنَا مَکَانَکُمْ ثُمَّ رَجَعَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ اِلَیْنَا وَرَاْسُہٗ یَقْطُرُ فَکَبَّرَ فَصَلَّیْنَا مَعَہٗ۔

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نماز کے لیے اقامت ہو گئی اور صفیں کھڑی ہو کر ٹھیک کر دی گئیں تو رسول اللہؐ ہمارے پاس نکل کر تشریف لائے پھر جب اپنی

Marfat.com

نماز کی جگہ کھڑے ہو گئے تو آپ کو یاد آگیا کہ آپ جنابت میں ہیں اور ہمیں حکم دیا کہ اپنی جگہوں پر ٹھہرے رہو اور پھر واپس لوٹ گئے اور غسل کیا پھر ہماری طرف تشریف لائے اور آپ کے سر سے پانی ٹپکتا تھا تو اللہ اکبر کہہ کر ہمیں نماز پڑھائی (بخاری کتاب الغسل)

(٢) عَنْ عَبْدِ اللهِ صَلَّى النَّبِيُّ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لَا اَدْرِيْ زَادَ اَوْ نَقَصَ فَلَمَّا سَلَّمَ قِيْلَ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَحَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوْا صَلَّيْتَ كَذَا وَكَذَا فَثَنّٰى رِجْلَيْهِ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَلَمَّا اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ قَالَ اِنَّهٗ لَوْ حَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ لَنَبَّاْتُكُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ فَاِذَا نَسِيْتُ فَذَكِّرُوْنِيْ ۔

عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے نماز پڑھی۔ ابراہیمؒ کہتے ہیں میں نہیں جانتا کہ آپ نے زیادتی کی یا کمی تو جب آپؐ نے سلام پھیرا آپؐ سے کہا گیا یا رسول اللہؐ کیا نماز میں کوئی نئی بات پیدا ہوئی فرمایا کیا بات ہے۔ انھوں نے کہا آپ نے اتنی اور اتنی نماز پڑھی تو آپؐ نے اپنے پاؤں پھیرے اور قبلہ رُخ ہوئے اور دو سجدے کئے پھر سلام پھیرا۔ جب ہماری طرف منہ کیا تو فرمایا اگر نماز میں کوئی نئی بات پیدا ہوتی تو میں تمھیں اس کی اطلاع دے دیتا لیکن میں تمہاری مانند ایک بشر ہوں جیسا تم بھول جاتے ہو میں بھی بھول جاتا ہوں تو جب میں بھول جاؤں مجھے یاد دلاؤ۔ (بخاری کتاب الصلاۃ)

(٣) عَنْ عُقْبَةَ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ فَقَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ اِلٰى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهٖ فَقَالَ ذَكَرْتُ شَيْئًا مِّنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ اَنْ يَّحْبِسَنِيْ فَاَمَرْتُ بِقِسْمَتِهٖ ۔

عقبہؓ سے روایت ہے کہا میں نے نبیؐ کے پیچھے مدینہ میں عصر کی نماز پڑھی تو آپؐ نے سلام پھیرا اور جلدی سے کھڑے ہوئے اور لوگوں کی گردنوں پر سے پھاندتے ہوئے

اپنی کسی بیوی کے حجرے میں گئے۔ فرمایا مجھے کچھ سونا یاد آ گیا جو ہمارے ہاں تھا پس میں نے ناپسند کیا کہ وہ مجھے روکے تو میں نے اس کے بانٹنے کا حکم دیا (بخاری کتاب الصلوٰۃ)

مذکورہ بالا احادیث سے ایک نتیجہ تو یہ نکلتا ہے کہ آنحضرتؐ میں بھول جانے کا مادہ تھا۔ چنانچہ سجدۂ سہو آپؐ ہی کا مقرر کردہ ہے۔ گویا آپؐ کا بھول جانا بھی امت کے لیے رحمت کا باعث تھا۔ ورنہ اس کی تلافی کا امت کو کوئی طریقہ نہ ملتا۔ دوسرا یہ کہ رسول اللہؐ نماز کی رکعتوں کی تعداد بھول گئے تھے اور بعض وقت بھولی ہوئی باتیں بھی یاد آ جاتی تھیں۔ تیسرا یہ کہ نبی کریمؐ بھی دوسرے انسانوں کی طرح بھول جاتے تھے۔ کیونکہ وہ بھی حضرت آدمؑ کی نسل میں سے تھے۔ جب وہ بھول گئے تو پھر حضرت محمدؐ کیوں نہ بھولتے۔

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (طٰہٰ ع ۶)

اور یقیناً ہم نے پہلے آدم کو حکم دیا تھا مگر وہ بھول گیا اور ہم نے اس کا عزم نہ پایا (۲۰-۱۱۵)

چوتھا یہ کہ تمام بنی نوع بھول جاتے ہیں، مشہور مثال ہے: الانسان مرکب خطاء و نسیان۔ یہی وجہ ہے کہ یہ دعا مانگنا بھی سکھلایا گیا!

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا (البقرۃ ع ۴۰)

اے ہمارے رب ہم کو نہ پکڑ اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں۔ (۲-۲۸۶)

تاکہ اللہ تعالیٰ غلطی کر جانے اور بھول جانے پر کوئی گرفت نہ کرے۔ پانچواں یہ کہ آنحضرتؐ بھی بشر تھے تب ہی تو بعض باتوں میں بھول جاتے تھے اگر آپ نہ بھولتے تو پھر بھول جانے والوں کے لیے کوئی نمونہ نہ ہو سکتے تھے۔ کیونکہ ایسے لوگ صاف کہہ دیتے کہ آپ ہماری جنس سے نہیں ہیں۔ بلکہ بشر سے جداگانہ مخلوق ہیں۔

(۱۱)

اللہ تعالیٰ ہی نفع اور نقصان پہنچانے والا ہے۔

Marfat.com

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ (یونس ع ۱۱) اللہ کے سوا اسے نہ پکارو جو نہ تجھے نفع دیتا اور نہ تجھے نقصان دیتا ہے اور اگر (ایسا) کیا تو تو بھی اس وقت ...... ظالموں میں سے ہوگا۔ اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اس کے دُور کرنے والا کوئی نہیں۔ اور اگر وہ کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو رد کرنے والا کوئی نہیں وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اسے پہنچاتا ہے اور وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ (۱۰ - ۱۰۶ ، ۱۰۷)

(۱۱)

حضرت محمدؐ نفع اور نقصان پہنچانے والے نہ تھے۔ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ (الاعراف ع ۲۳) کہہ میں اپنی جان کے لیے نفع کا مالک نہیں اور نہ نقصان کا۔ مگر جو اللہ چاہے (۷ - ۱۸۸) قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ (یونس ع ۵) کہہ میں اپنے لیے نہ بُرے کا مالک ہوں نہ بھلے کا۔ سوائے اس کے جو اللہ چاہے (۱۰ - ۴۹) قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا (الجن ع ۲) کہہ میں تمہارے لیے کسی نقصان کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ بھلائی کا۔ (۷۲ - ۲۱)

جب آنحضرتؐ خود ہی نہ تو اپنی ذات کے لیے نفع اور نقصان کے مالک تھے اور نہ دوسروں کی بھلائی اور نقصان کا کوئی اختیار رکھتے تھے تو پھر اولیاء لوگوں کی بھلائی اور نقصان کا اختیار کیسے رکھ سکتے ہیں؟ حالانکہ وہ اپنی ذات کے لیے بھی کچھ نہیں کر سکتے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ (الرعد ع ۲)

کہہ تو کیا تم اس کے سوائے حاجتی بناتے ہو جو اپنے بھلے بُرے کے مالک نہیں (۱۳-۶)
بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسے لوگوں سے دعائیں مانگنا اور اپنی حاجتیں طلب کرنا
اور انھیں اپنی مشکلات میں پکارنا پرلے درجے کی گمراہی ہے۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے
يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۔
(الحج ع ۲) اللہ کو چھوڑ کر اُسے پکارتا ہے جو نہ اُسے نقصان دے سکتا ہے اور نہ اُسے
نفع پہنچا سکتا ہے یہ پرلے درجے کی گمراہی ہے۔ (۲۲-۱۲)

(۱۲)

اللہ تعالےٰ سونے والا نہیں۔

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ (البقرہ ع ۳۴) نہ اُسے اونگھ پڑتی ہے اور نہ نیند
(۲-۲۵۵)

(۱۲)

حضرت محمدؐ سونے والے تھے۔ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ
لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا (الفرقان ع ۵)
اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات کو پردہ اور نیند کو (موجب) آرام بنایا اور
دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت بنایا۔ (۲۵-۴۷) وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ
وَالنَّهَارِ (الروم ع ۳) اور اس کے نشانوں میں سے رات اور دن کو تمہارا سونا
(۳۰-۲۳)
چنانچہ رسول اللہؐ بھی رات کو سوتے تھے اور اُٹھ کر تہجد کی نماز بھی پڑھتے تھے
دوپہر کو قیلولہ بھی کرتے تھے۔

(۱۳)

اللہ تعالیٰ تھکنے والا نہیں۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْىَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يُّحْىِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (الاحقاف ع۴)

کیا انھوں نے غور نہیں کیا کہ وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں وہ اس پر قادر ہے کہ مُردوں کو زندہ کرے۔ ہاں وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (۴۶-۳۳) وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ۝ (ق ع ۳)

اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے چھ وقتوں میں پیدا کیا اور تکان نے ہمیں نہیں چھوا۔ (۵۰-۳۸)

(۱۳)

حضرت محمدؐ تھک جانے والے تھے۔ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ؗ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا (الکھف ع۹)

سو جب وہ دونوں آگے نکل گئے (موسیٰ نے) اپنے نوجوان (ساتھی) سے کہا ہمارا صبح کا ناشتہ لے آ۔ ہمیں اس سفر سے تکان ہو گئی ہے (۱۸-۶۲)

جیسے حضرت موسیٰ تھک جاتے تھے اسی طرح سے حضرت محمدؐ بھی۔ یہ حدیث اس پر شاہد ہے:

عَنِ الْمُغِيْرَةِ يَقُوْلُ اِنْ كَانَ النَّبِىُّ ﷺ لَيَقُوْمُ اَوْلِيُصَلِّىْ حَتّٰى تَرِمَ قَدَمَاهُ اَوْسَاقَاهُ

مغیرہؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ یہاں تک کھڑے رہتے یا نماز پڑھتے کہ آپؐ کے پاؤں یا پنڈلیاں سُوج جاتیں۔ (بخاری کتاب التہجد)

(۱۴)

اللہ تعالیٰ کھانے پینے والا نہیں۔

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ (الانعام ع۲)

کہہ کیا میں اللہ کے سوا دوست بناؤں جو آسمان اور زمین کی ابتدا کرنے والا ہے اور وہ کھانے کو دیتا ہے اور اُسے کھانے نہیں دیا جاتا۔ (۶-۱۴) وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ ۝ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ۝ (الذاریت ع ۳)

اور میں نے جنّوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔ میں ان سے کوئی رزق نہیں چاہتا اور نہ میں چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں۔ اللہ ہی رزق دینے والا، قوت والا زبردست ہے۔ (۵۱-۵۶ تا ۵۸)

بلاشبہ حقیقی معبود ایسا ہی ہونا چاہیے جو اپنی مخلوق کو رزق دے اور اس کی تمام حاجتوں کو پورا کرے۔ اب جو ہستی خود ہی کھانے پینے اور دیگر حوائج بشری کی محتاج ہو اس سے دعا میں مانگنا اور اپنی حاجتیں طلب کرنا اور ان سے اپنی مشکلات میں پکارنا سراسر شرک اور کفر ہے۔

(۱۴)

حضرت محمدؐ کھانے پینے والے تھے:

وَقَالُوا مَالِ هَٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ (الفرقان ع ۱)

اور کہتے ہیں یہ کیسا رسول ہے (جو) کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے (۲۵-۷)

نہ صرف آنحضرتؐ بلکہ تمام انبیاء کھانا کھایا کرتے تھے۔ یہ آیات اس پر شاہد ہیں

وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ (انبیاء ع ۱) اور ان کے ہم نے ایسے جسم بنائے تھے کہ کھانا کھاتے ہوں اور نہ وہ غیر متغیر تھے (۲۱-۸) وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ (الفرقان ع ۲) اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر وہ یقیناً کھانا کھاتے

تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے (۲۵-۲۲)
صاف ظاہر ہے کہ جس کا جسم ہوگا وہ کھانا کھائے گا اور چلے پھرے گا اور اس کا سایہ بھی پڑے گا۔

(۱۵)

اللہ تعالیٰ دعائیں قبول کرنے والا ہے۔ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝ (البقرہ ع ۲۳)
اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کو جب وہ مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں۔ پس چاہیے کہ میری فرمانبرداری کریں اور چاہیے کہ مجھ پر ایمان لائیں تاکہ ہدایت پائیں۔ (۲-۱۸۶) وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ (المومن ع۶) اور تمہارا رب کہتا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ (۴۰ و ۶۰)

رسول اللہ تو خود اپنے رب سے دعائیں مانگتے تھے۔ اب مسلمانوں کا اس اسوہ حسنہ کو چھوڑ کر اولیاء اللہ سے دعا مانگنا سراسر شرک ہے جو کبھی بخشا نہیں جائے گا۔ بلاشبہ دعائیں قبول کرنے والی ہستی اور دعائیں مانگنے والی ہستیوں میں کوئی فرق اور تمیز نہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس کے محتاج اور عاجز بندوں کو اپنا حاجت روا سمجھ لینا شرک اور کفر ہے جب اللہ تعالیٰ کا رسول خود اپنے رب سے مانگتا ہے تو پھر اس کے امتی کیوں نہ خدا تعالیٰ سے ہی مانگیں۔

نہ صرف حضرت محمد بلکہ تمام انبیاء اللہ تعالیٰ سے ہی مانگا کرتے تھے۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے:
إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا ۖ وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ ۝ (الانبیاء ع ۶)
وہ نیکیوں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں امید اور خوف سے پکارتے تھے اور ہمارے

Marfat.com

سامنے عاجزی کرنے والے تھے۔ (۲۱-۹۰)

(۱۵)

حضرت محمد دعائیں مانگنے والے تھے۔ رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا۔ (بنی اسرائیل ع ۹) اے میرے رب! مجھے سچائی کے داخلے سے داخل کیجیو۔ اور سچائی کا نکلنا نکالیو اور مجھے اپنے پاس سے مدد دینے والی قوت دے۔ (۱۷-۸۰)

(۱۶)

اللہ تعالیٰ ہی پکارے جانے کے لائق ہے۔ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ لَهُمْ بِشَیْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّیْهِ اِلَى الْمَآءِ لِیَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ (الرعد ع ۲) اُسی کا حق ہے کہ اُسے پکارا جائے اور وہ جنھیں وہ اس کے سوائے پکارتے ہیں وہ اِن کی دعا کو قبول نہیں کرتے۔ مگر اس شخص کی طرح جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلاتا ہے تاکہ وہ اس کے منہ تک آپہنچے اور وہ اُس تک پہنچنے والا نہیں اور کافروں کی دُعا ضائع ہی ہوتی ہے۔ (۱۳-۱۴)

(۱۶)

حضرت محمد اللہ تعالیٰ کو ہی پکارنے والے تھے۔ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا (الجن ع ۲) کہہ میں صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا (۷۲-۲۰)

اب جو مسلمان اللہ تعالیٰ کے سوا فوت شدہ لوگوں کو پکارتے ہیں وہ حقیقتہً رسول اللہ ؐ کی اس سنت سے منہ پھیرتے ہیں اور اعلانیہ شرک کرتے ہیں۔

Marfat.com

(۱۷)

اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وقف (آل عمران ع ۱۴) اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو بخشتا ہے (۳-۱۳۴) غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ (مؤمن ع۱) گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا۔ وَهُوَ الَّذِىْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ ويعلم ما تفعلون (الشوریٰ ع ۳) اور وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے اور بدیوں کو مٹاتا ہے اور وہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو (۴۲-۲۵)

(۱۷)

حضرت محمدؐ اپنے قصوروں کی معافی مانگنے والے تھے۔ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (محمد ع ۲) اور اپنے قصور کے لیے بخشش مانگ اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے (۴۷-۱۹)

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے تمام قصور بخش دیے یہ آیت اس پر شاہد ہے:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ (الفتح ع ۱)

ہم نے تیرے لیے ایک کھلی فتح (کی راہ) کھول دی تاکہ اللہ ان قصوروں سے تیری حفاظت کرے جو تیرے ذمے پہلے لگائے گئے اور جو پیچھے لگائے جائیں گے اور اپنی نعمت کو تجھ پر تمام کرے اور تجھے سیدھے رستے پر چلائے۔ (۴۸-۱ و ۲)

(۱۸)

اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفا دینے والا ہے۔

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۙ (الشعراء ع ۱۵) اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔ (۲۶-۸۰)۔ صاف ظاہر ہے کہ بیمار ہو جانا البشر کا خاصا ہے۔

Marfat.com

(۱۸)

حضرت محمدؐ بیمار ہو جانے پر شفا پاتے تھے جیسے حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ بیماری سے شفا دیتا تھا۔ اسی طرح سے حضرت محمدؐ کو بھی۔ جب کبھی وہ بیمار ہو جاتے تھے۔ حدیث اس پر گواہ ہے:۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضؓ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صلعم فِیْ مَرَضِهٖ وَهُوَ يُوْعَكُ وَعْكًا شَدِيْدًا۔

(عبد اللہ رضؓ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم کے پاس آپ کی بیماری میں آیا اور آپؐ کو سخت بخار چڑھا ہوا تھا۔) (بخاری، کتاب المرضیٰ)۔

عَنْ عَائِشَةَ رضؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلعم كَانَ اِذَا اَتٰى مَرِيْضًا اَوْ اُتِیَ بِهٖ قَالَ اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِ وَاَنْتَ الشَّافِیْ۔

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے، کہ رسول اللہؐ جب بیمار کے پاس جاتے یا وہ آپ کے پاس لایا جاتا تو کہتے اے سب لوگوں کے رب سختی کو دور کر دے، شفا دے اور تو ہی شفا دینے والا ہے۔ (بخاری کتاب المرضیٰ)

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَقَطَ عَنْ فَرَسِهٖ فَجُحِشَتْ سَاقُهٗ اَوْ كَتِفُهٗ فَاَتَاهُ اَصْحَابُهٗ يَعُوْدُوْنَهٗ فَصَلّٰى بِهِمْ جَالِسًا وَهُمْ قِيَامٌ۔ انس رضؓ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ اپنے گھوڑے سے گر پڑے تو آپؐ کی پنڈلی یا کندھا چھل گیا اور آپؐ کے اصحابؓ آپ کی عیادت کیلئے آئے تو آپؐ نے انھیں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور وہ کھڑے تھے۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ)

صاف ظاہر ہے کہ آپ کا جسدِ مبارک بھی دوسرے انسانوں جیسا ہی تھا کیونکہ نوری جسم میں پنڈلی اور کندھے کا ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

(۱۹)

اللہ تعالیٰ خالق ہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ (الانعام ع ۱۳) یہ تمہارا رب ہے اس کے سوائے کوئی معبود نہیں ہر چیز کا پیدا کرنے والا سو اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔

(۶-۱۰۳) هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ یہ اللہ کی پیدائش ہے تو مجھے دکھاؤ کہ انھوں نے کیا پیدا کیا جو اس کے سوائے ہیں بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں (۳۱-۱۱) (لقمن ع ۱)

(۱۹)

حضرت محمدؐ مخلوق تھے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرۃ ع ۳) اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور انھیں جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم متقی ہو جاؤ۔ (۲-۲۱) قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (حٰمٓ السجدۃ ع ۱) کہہ میں صرف تمہاری طرح ایک انسان ہوں"۔ (۴۱-۶)

صاف ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ بھی ویسے ہی مخلوق تھے جیسا کہ پہلے لوگ۔ جیسے پہلے لوگ نطفہ سے پیدا ہوئے۔ اسی طرح سے رسول اللہؐ بھی۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے!

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ (الدھر ع ۱) ہم نے انسان کو ملے ہوئے نطفہ سے پیدا کیا ہے۔ (۷۶-۲)

یہی وجہ ہے کہ حضرت محمدؐ نے کھلے لفظوں میں علانیہ یہ کہہ دیا "میں تمہاری طرح بشر ہوں" جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جیسے ہماری پیدائش ہوئی اسی طرح سے رسول اللہؐ کی بھی۔ جیسے ہمارے جسم ہیں اسی طرح سے رسول اللہؐ کا بھی تھا۔ جیسے ہمارے جسموں کا سایہ پڑتا ہے ویسے ہی رسول اللہؐ کے جسم کا بھی سایہ پڑتا تھا کیونکہ جو نطفہ سے پیدا ہوتا

ہے اس کا جسم خاکی ہوتا ہے نہ کہ نوری۔ غرضیکہ آنحضرتؐ بشری حوائج کی رُو سے ہماری مانند بشر ہی تھے نہ کہ فرشتہ۔ جیسے ہم کھاتے پیتے ہیں اسی طرح وہ بھی کھاتے پیتے تھے۔ البتہ ان پر وحی نازل ہوتی تھی جس سے وہ عام لوگوں سے ممتاز ہو جاتے تھے۔ مگر اس وحی سے بشری خواص، حوائج، صفات اور قویٰ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی تھی۔ گویا بشری لوازمات بالکل برقرار رہتے تھے اور اس وحی سے وہ خود بھی ہدایت پاتے تھے اور وہ لوگ بھی جو اُن پر ایمان لاتے اور ان کی اطاعت کرتے تھے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے لیے اللہ تعالیٰ اور اُس کی مخلوق کے درمیان ایک وسیلہ تھے جسے بشر رسول کہا جاتا ہے جس میں یہ حکمت رکھی گئی ہے کہ لوگ انھیں خدائی رتبہ نہ دیں۔

(۲۰)

اللہ تعالیٰ بشر کا پیدا کرنے والا ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا (الفرقان ع ۵)

اور وہی ہے جس نے پانی سے بشر کو پیدا کیا پھر اسے نسب اور سسرال (والا) بنایا۔ (۲۵/۵۴)

(۲۰)

حضرت محمدؐ بشر کے صفات رکھنے والے تھے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (الکہف ع ۱۲) کہہ میں صرف تمہاری طرح بشر ہوں (۱۸ - ۱۱۰)۔ صاف ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ بشری صفات کا مجموعہ تھے۔ چنانچہ اُن کا نسب نامہ اور سسرال بھی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بشر خدا نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ محدود ہوتا ہے اور اس کا سایہ بھی پڑتا ہے۔

(۲۱)

اللہ تعالیٰ غلطی کرنے والا نہیں۔

Marfat.com

لَا یَضِلُّ رَبِّیْ (طٰہٰ ع ۱۲) میرا رب غلطی نہیں کرتا۔ (۲۰-۵۱)
بلاشبہ اللہ تعالیٰ غلطی کرنے سے قطعاً منزہ ہے کیونکہ جو غلطی کر جائے یا بھول جائے وہ ہرگز خدا نہیں ہو سکتا۔

(۲۱)

حضرت محمد غلطی کر جانے والے تھے۔

عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْکٰذِبِیْنَ ۝ (التوبۃ ع ۷) اللہ تجھے معاف کرے تو نے کیوں ان کو اجازت دی یہاں تک کہ جو سچے تھے وہ تیرے لیے الگ ہو جاتے اور تو جھوٹوں کو بھی جان لیتا۔ (۹-۴۳)

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمْ تَحِلَّۃَ اَیْمَانِکُمْ وَاللّٰہُ مَوْلٰکُمْ وَھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ۝ (التحریم ع ۱)

اے نبی! کیوں اسے حرام کرتا ہے جو اللہ نے تیرے لیے حلال کیا تو اپنی بیویوں کی رضا چاہتا ہے اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ اللہ نے تمہارے لیے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے اور اللہ تمہارا کارساز ہے اور وہ علم والا حکمت (۶۶-۱-۲)

مذکورہ بالا آیات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ سے بھی غلطی سرزد ہو جاتی تھی۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کا آپ کو معاف کر دینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ خواہ ایسی غلطی اجتہاد کے رنگ میں ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً حلال کا حرام کر لینا۔ صاف ظاہر ہے کہ غلطی کر جانا یا بھول جانا بشر کا خاصا ہے۔

(۲۲)

اللہ تعالیٰ کو سب اختیار ہے۔

Marfat.com

يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ (آل عمران ع ۱۶)
کہتے ہیں کیا ہمارا بھی کچھ اختیار ہے کہہ کہ اختیار تو سب کا سب اللہ کا ہی ہے۔ (۳-۱۵۴)

(۲۲)

حضرت محمد کو کوئی اختیار نہ تھا۔ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ (آل عمران ع ۱۳)
اس کام میں تیرا کچھ (دخل) نہیں خواہ وہ اُن پر رحمت سے لوٹے یا انہیں عذاب دے کہ وہ ظالم ہیں۔ (۳/۱۲۷)

(۲۳)

اللہ تعالیٰ ہدایت دینے والا ہے۔

قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ ۖ وَأُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ (الانعام ع)
کہہ اللہ کی ہدایت وہی (کامل) ہدایت ہے اور ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ جہانوں کے پروردگار کی فرمانبرداری کریں (۶-۷۱) إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ۝ (لیل ع ۱)
یقیناً رستہ دکھا دینا ہمارا کام ہے۔ (۹۲-۱۲)

(۲۴)

حضرت محمد ہدایت پانے والے تھے۔

وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ ۝ (والضحیٰ ع ۱) اور تجھے طالب پایا تو راستہ بتایا (۹۳-۷) قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ (الانعام ع ۲) کہہ بیشک مجھ کو میرے رب نے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی ہے۔ (۶-۱۶۲)۔

بلاشبہ ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے کیونکہ لوگوں کا ہدایت پاجانا رسول اللہ کی خواہش پر نہ تھا۔ یہ آیات اس پر گواہ ہیں:

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ تو اسے ہدایت نہیں دے سکتا جسے تو دوست

Marfat.com

اللّٰہُ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُہۡتَدِیۡنَ ○

(القصص ع ۶)

رکھتا ہو لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔ (۲۸: ۵۶)

وَ اِنۡ کَانَ کَبُرَ عَلَیۡکَ اِعۡرَاضُہُمۡ فَاِنِ اسۡتَطَعۡتَ اَنۡ تَبۡتَغِیَ نَفَقًا فِی الۡاَرۡضِ اَوۡ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ فَتَاۡتِیَہُمۡ بِاٰیَۃٍ ؕ وَ لَوۡ شَآءَ اللّٰہُ لَجَمَعَہُمۡ عَلَی الۡہُدٰی فَلَا تَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡجٰہِلِیۡنَ ○ (الانعام ع ۴)

اور اگر تجھ پر ان کا منہ پھیر لینا دشوار گذرتا ہے تو اگر طاقت رکھتا ہے کہ زمین میں کوئی سرنگ تلاش کرلے یا آسمان میں کوئی سیڑھی پس ان کو کوئی نشان لا دے اور اگر اللہ چاہے تو ان کو ہدایت پر جمع کر دے سو تو جاہلوں میں سے نہ ہو (۶ - ۳۵)

(۲۶)

اللہ تعالیٰ غنی ہے۔

یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ ۚ وَ اللّٰہُ ہُوَ الۡغَنِیُّ الۡحَمِیۡدُ ○ (فاطرع ۳)

اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز تعریف کیا گیا ہے (۳۵-۱۵) وَاللّٰہُ الۡغَنِیُّ وَ اَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ (محمد ع ۴) اور اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو۔ (۴۷-۳۸)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی لوگوں کو محتاج اور مالدار بناتا ہے۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے:

وَ اَنَّہٗ ہُوَ اَغۡنٰی وَ اَقۡنٰی ﴿ۙ﴾ (النجم ع ۳) اور کہ وہی کسی کو مالدار کرتا ہے اور کسی کو محتاج بناتا ہے۔ (۵۳-۴۸)

(۲۷)

حضرت محمد محتاج نہ تھے۔

وَ وَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغۡنٰی ؕ (الضحیٰ ع ۱) اور تجھے تنگ دست پایا تو غنی کر دیا۔ (۹۳-۸)

(۲۵)

اللہ تعالیٰ سب چیزوں کا وارث ہے۔

وَإِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَنَحْنُ الْوَارِثُونَ ۔ (الحجر ع ۲)

اور یقیناً ہم ہی زندہ کرتے اور مارتے ہیں اور ہم ہی وارث ہیں۔ (۱۵-۲۳)

(۲۵)

حضرت محمدؐ کسی چیز کے وارث نہ تھے۔ یہ حدیث اس پر گواہ ہے۔

فَقَالَ لَهَا أَبُو بَكْرٍ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِؐ قَالَ لَا نُورِثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ (بخاری)

حضرت ابوبکرؓ نے (حضرت فاطمہؓ) سے کہا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے ہم کوئی میراث نہیں چھوڑتے۔ جو ہم چھوڑ جائیں۔ وہ صدقہ ہے۔ (بخاری کتاب فرض الخمس)

(۲۶)

اللہ تعالیٰ ہنسانے والا اور رُلانے والا ہے۔ وَأَنَّهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَىٰ ۝ (النجم ع ۳) اور کہہ کہ وہی ہنساتا اور رُلاتا ہے۔ (۵۳-۴۲)

(۲۶)

حضرت محمدؐ حسب موقع ہنستے بھی تھے اور روتے بھی۔ اس کے ثبوت ذیل کی احادیث پیش کی جاتی ہیں:۔

سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہا حضرت عمرؓ نے رسول اللہؐ کے پاس آنے کی اجازت مانگی اور آپ کے پاس قریش کی عورتیں (آپؐ کی بیویاں) تھیں۔ آپؐ سے گفتگو کرتی تھیں اور خرچ زیادہ مانگتی تھیں۔ اور آپؐ ہنس رہے تھے۔ (بخاری بدء الخلق)

وَإِبْرَاهِيمُ يَجُودُ بِنَفْسِهٖ فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللّٰهِؐ تَذْرِفَانِ ۔

اور حضرت ابراہیمؑ دم توڑ رہے تھے تو رسول اللہؐ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ (بخاری کتاب الجنائز)

(۲۷)

اللہ تعالیٰ کا جسم نہیں۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (الانعام ع ۱۳)

نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ نگاہوں کا احاطہ کرتا ہے اور وہ باریک باتوں کا جاننے والا ہے۔ (۶-۱۰۳)۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط (النور ع ۵)

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ (۲۴-۳۵)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا جسم نہیں کہ نظر انسانی اس کا احاطہ کر سکے۔ مگر جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا جاتا ہے وہ سب احاطہ نظر انسانی میں آ سکتے ہیں کیونکہ وہ محدود ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ محدود نہیں۔

(۲۷)

حضرت محمدؐ کا جسم تھا۔ سُبْحٰنَ الَّذِيْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا (بنی اسرائیل ع ۱)

وہ ذات پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے (محمدؐ) کو مسجد حرام سے مسجد اقصےٰ کی طرف لے گیا۔ (۱۷-۱) اَلَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ (الشعراء ع ۱۱)

جو تجھے دیکھتا ہے جب تو کھڑا ہوتا ہے اور سجدہ کرنے والوں میں تیرے پھرتے رہنے کو (دیکھتا ہے۔ (۲۶-۲۱۸) اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ (المزمل ع ۲) تیرا رب جانتا ہے کہ تو دو تہائی رات کے قریب قیام کرتا ہے اور کبھی) اس کا نصف اور (کبھی) اس کا تہائی (۷۳-۲۰)

ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ کا جسم مبارک تھا جس کے ذریعے آپؐ چلتے، پھرتے، کھاتے، پیتے، نماز میں قیام، رکوع اور سجود کرتے، سوتے اور مجامعت بھی کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کے لیے "عبدہ" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ کیونکہ آپؐ کا بھی اسی طرح سے سایہ تھا

Marfat.com

جیسا کہ حضرت مسیحؑ اور دوسرے انبیاء کا۔ کیونکہ وہ بھی عبد ہی تھے اگر آنحضرتؐ کا سایہ نہ ہوتا تو یہ وہ عبد کہہ کر نہ پکارے جاتے۔

(۲۸)

اللہ تعالیٰ عزت اور ذلت کا دینے والا۔ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۞ (آل عمران ع ۳) کہہ اے اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک لے لیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے تیرے ہی ہاتھ میں (سب) بھلائی ہے تو ہر چیز پر قادر ہے۔ (۳۔ ۲۵)

(۲۸)

حضرت محمدؐ تو عزت پانے والے اور آپؐ کے دشمن ذلت پانے والے۔ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ط فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ط اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۞ ہم نے تجھے کوثر دی ہے سو تو اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر جو تیرا دشمن ہے اس کا نام لیوا کوئی نہ رہے گا۔ (۱۰۸۔ آتا ۳) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اور ہم نے تیرے ذکر کو تیرے لیے بلند کیا۔ (۹۴-۲)

(۲۹)

اللہ تعالیٰ معجزوں کا دینے والا۔ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ط قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ط وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۞ (العنکبوت ع ۵) اور کہتے ہیں اس پر اپنے رب کی طرف سے نشان کیوں نہ اتارے گئے۔ کہہ نشان صرف اللہ کے پاس ہیں اور میں صرف کھلم کھلا ڈرانے

والا ہوں۔ (۲۶/۵)

(۲۹)

حضرت محمدؐ معجزوں کے ظاہر کرنے والے۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ (القمر ع ۱) (وعدے) کی گھڑی قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔ اور اگر کوئی نشان دیکھیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں زبردست جادو ہے۔ (۵۴۔۱ ،۲)

(۳۰)

اللہ تعالیٰ نعمتوں کا دینے والا۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ (فاطر ع ۱)

اے لوگو! اپنے اوپر اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو۔ کیا اللہ کے سوائے کوئی اور پیدا کرنے والا تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے۔ اس کے سوائے کوئی معبود نہیں۔ سو تم کہاں سے اُلٹے پھر جاتے ہو۔ (۳۵۔ ۳)

(۳۰)

حضرت محمدؐ نعمتوں کا ذکر کرنے والے۔ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ (الضحیٰ ع ۱)

کیا اُس نے تمہیں یتیم نہیں پایا سو پناہ دی تجھے طالب پایا تو رستہ بتایا۔ اور تجھے تنگ دست پایا تو غنی کر دیا۔ سو یتیم پر سختی نہ کر اور سوالی کو نہ ڈانٹ اور اپنے رب نعمت کا ذکر کرتا رہ۔ (۹۳۔ ۶ تا ۱۱)

(۳۱)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ہمیشہ رہنے والا ہے۔

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (البقرہ ع ۳۴) اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہمیشہ زندہ خود قائم، قائم رکھنے والا ہے۔ (۲-۲۵۵) وَتَوَکَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ (الفرقان ع ۵) اور زندہ (خدا) پر بھروسہ کر جو مرتا نہیں۔ (۲۵-۵۸) لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ (القصص ع ۹) اس کے سوائے کوئی معبود نہیں ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے مگر اس کی (پاک) ذات (۲۸-۸۸) کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ (الرحمٰن ع ۲) سب جو اس کے اوپر ہیں فنا ہونے والے ہیں اور تیرے رب کی ذات باقی رہتی ہے۔ (جو) جلال اور عزت والا ہے۔ (۵۵-۲۷)۔

وَعَنَتِ الْوُجُوْہُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا۔ (طٰہٰ ع ۶) اور زندہ قائم خدا کے سامنے بڑے بڑے لوگ ذلیل ہو جائیں گے۔ اور وہ نامراد ہوا جس نے ظلم (کا بوجھ) اٹھایا۔ (۲۰-۱۱۱)

مذکورہ بالا آیات کا ماحصل یہ ہے کہ معبود حقیقی وہی ہونا چاہیے۔ جو ہمیشہ زندہ رہے اور جس میں کوئی تغیر نہ ہو۔ کیونکہ فنا ہو جانے والی ہستی کبھی بھی معبود بنائے جانے کے قابل نہیں ہو سکتی۔ اب جو لوگ فوت شدہ انبیاء اور اولیاء کو اپنا معبود بنا کر ان سے دعائیں مانگتے ہیں اور اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں اور انہیں اپنی مشکلات میں پکارتے ہیں وہ یقیناً کھلا شرک کرتے ہیں۔ بلاشبہ ایسے لوگ زندہ خدا کے سامنے ذلیل ہو جائیں گے خواہ وہ کتنا ہی بلند مرتبہ رکھتے ہوں۔ کیونکہ شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (لقمان ع ۲) یہی وجہ ہے کہ جنت مشرکوں پر حرام کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ جب عیسائیوں نے حضرت مسیح کا درجہ بڑھا کر انہیں اپنا خدا یا خدا کا بیٹا ٹھہرایا تو آنحضرتؐ نے ۹ھ میں وفد نجران کے سامنے اس کی تردید میں قرآن

Marfat.com

آیات سے خداتعالیٰ کے صفات پیش کر کے یہ بتلایا کہ حضرت مسیحؑ میں تو خدائی صفات ہی نہ تھے اور نہ ہی وہ خدا کے بیٹے تھے۔ چونکہ عیسائی قرآن حکیم کو تو مانتے نہیں۔ اس لیے بندہ نے مقدس بائیبل کی رُو سے خداتعالیٰ کے صفات اور حضرت مسیحؑ کے اوصاف کا موازنہ کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیحؑ صرف ایک بشر رسول ہی تھے۔ اُن میں خدائی صفات بالکل نہ تھیں اور نہ ہی وہ خدا کے بیٹے تھے۔ بلاشبہ تواریخ اپنے واقعات کو دہرایا کرتی ہے۔ جب صوفیانِ کرام اور اکثر اہل اسلام نے عیسائیوں کی تقلید کر کے حضرت محمدؐ کا درجہ بڑھایا اور اُن کی طرف خدائی صفات "عالم الغیب" اور "حاضر و ناظر" منسوب کر دیں۔ تو پھر خاکسار نے اللہ تعالیٰ کے صفات اور حضرت محمدؐ کے اوصاف کا موازنہ از روئے قرآن کریم اور احادیث شریف سے پیش کر دیا۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج تک کسی مسلمان نے ایسا موازنہ شائع نہیں کیا۔ اگر ایسا مقابلہ لکھا جاتا تو پھر کسی ایماندار کو آنحضرتؐ کا درجہ بشر رسول سے گھٹانے یا بڑھانے کی ہمت نہ پڑتی۔ اور نہ ہی اُن کی طرف خدائی صفات منسوب کرنے کی جرأت ہوتی۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (الجمعہ ع ۱)

(۳۱)

حضرت محمدؐ وفات پا گئے۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ۝ كُلُّ نَفْسٍ ذَاىِٕقَةُ الْمَوْتِ ۭ (الانبیاء ع ۳) اور تجھ سے پہلے ہم نے کسی انسان کے لیے ہمیشگی نہیں رکھی تو کیا اگر تو مر جائے تو یہ رہ جائیں گے۔ ہر شخص موت کا مزا چکھنے والا ہے۔ (۲۱-۳۴ و ۳۵)

چنانچہ آنحضرتؐ بھی ترسیٹھ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ یہ حدیث اس پر شاہد ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رضی اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَّسِتِّيْنَ۔

Marfat.com

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس وقت وفات پائی جب آپؐ کی عمر ترسیٹھ سال کی تھی۔ (بخاری کتاب المناقب)

Marfat.com

باب نہم

مقامِ رسولؐ

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ ؕ	اور محمدؐ ایک رسول ہی ہے اس سے پہلے (سب) رسول مر چکے ہیں
(آلِ عمران ع ۱۵)	(۳ - ۱۴۳)

یہی الفاظ حضرت مسیحؑ کے متعلق بھی قرآن کریم میں بیان کیے گئے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ ؕ	مسیحؑ ابن مریم صرف رسول ہے اس سے پہلے بھی رسول گذر چکے ہیں[1]
(المائدہ ع ۱۰)	(۵ - ۷۵)

---

[1] حضرت مسیحؑ والی آیت سے تو یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ اُن سے پہلے کے تمام رسول فوت ہو چکے ہیں اور کوئی بھی باقی نہیں رہا جو دنیا میں دوبارہ آئے۔ اور حضرت محمدؐ والی آیت سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ ایک رسول حضرت مسیحؑ جو کہ حضرت محمد رسول اللہؐ سے پہلے تھے وہ بھی فوت نہ ہوئے بلکہ دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ گویا آنحضرتؐ والی آیت کے رُو سے ان سے پہلے کے رسول حضرت مسیحؑ جو باقی رہ گئے تھے وہ بھی فوت نہ ہوئے (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو)

Marfat.com

بلا شبہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے جتنے رسول دنیا میں بھیجے گئے۔ ان میں سے کسی کے لیے "اِلَّا رَسُوْلٌ" کے الفاظ استعمال نہیں کیے گئے سوائے دو رسولوں کے حضرت مسیحؑ اور حضرت محمدؐ کے۔ جس میں یہ راز ہے کہ ان سے پہلے گذشتہ رسولوں میں سے کسی کا بھی اُن کی امتوں نے بشر رسول سے بڑھ کر درجہ نہیں بڑھایا۔ لہٰذا اُن کے متعلق "اِلَّا رَسُوْلٌ" کے الفاظ بیان نہیں کیے گئے مگر حضرت مسیحؑ کی امت نے ان کا درجہ بڑھا کر انہیں اپنا خدا ٹھہرایا۔ اسی طرح سے حضرت محمدؐ کی امت کے اکثر لوگوں نے اُن کی طرف بعض خدائی صفات منسوب کر کے اُن کا درجہ بڑھایا اور انہیں خدا کا رتبہ دے دیا، لہٰذا ان کا ذکر "اِلَّا رَسُوْلٌ" کے الفاظ میں بھی کیا گیا جن سے دونوں رسولوں کی امتوں کو یہ کہہ کر متنبہ کیا گیا کہ ان رسولوں کا بھی درجہ بشر رسول سے بڑھ کر نہ بڑھائیں کیونکہ یہ بھی ایسے ہی رسول تھے، جیسا کہ ان سے پہلے گذر چکے۔ جب تم ان رسولوں کا درجہ نہیں بڑھاتے تو پھر ان کا کیوں بڑھاتے ہو۔ عقلمند حضرات کے لیے غور کرنے کا موقع ہے۔

(۱)۔ حضرات محمدؐ، حضرت ابراہیمؑ کی دعا اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی پیشگوئیوں کے مصداق تھے جیسا کہ ذیل کی آیات سے ثابت ہوتا ہے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (البقرہ ع ۱۵)	اے ہمارے رب! اور ان میں انہی میں سے ایک رسول اٹھا جو ان پر تیری آیات پڑھے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھائے اور ان کو پاک کرے تو غالب حکمت والا ہے۔ ۲۱-۲۹

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) صحابہ کرام یہ کہہ سکتے تھے کہ جب حضرت مسیحؑ زندہ ہیں تو پھر رسول اللہؐ کیوں فوت ہو جائیں۔ اس وقت صحابہ کا حیات اور نزولِ مسیحؑ کے متعلق کوئی استدلال نہ کرنا صاف ثابت کرتا ہے کہ ایسی تمام احادیث رسول اللہؐ کی وفات کے بعد بنائی گئی تھیں جو سراسر نہ صرف قرآنی تعلیم بلکہ ختم نبوت کے بھی غلط ہیں کیونکہ رسول اللہؐ کے بعد حضرت مسیحؑ کا آنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

Marfat.com

حضرت ابراہیمؑ کی یہ دعا رسول اللہؐ کی بعثت سے پوری ہوگئی۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ (الجمعۃ ع ۱)

وہی ہے جس نے امیوں کے اندر انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور وہ پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں پڑے تھے اور ان میں سے اوروں کو بھی جو ابھی ان کو نہیں ملے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔ (۶۲۔ ۲و۳)۔

اس آیت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ آخری نبیؐ ہیں، کیونکہ وہ ان لوگوں کی طرف بھی رسول تھے جو ابھی تک اُن پر ایمان نہیں لائے تھے۔ صاف ظاہر ہے کہ آپؐ کی نبوّت کا دامن قیامت تک پھیلا ہوا ہے اور کوئی شخص اس سے باہر نہیں نکل سکتا۔

حضرت موسیٰؑ کی یہ پیش گوئی " خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا تم اس کی سننا۔ میں ان کے لیے اُن ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ اُن سے کہے گا "۔ استثناء (۱۸۔ ۱۵و۱۸)۔ بھی اس آیت کی رو سے پوری ہوگئی:

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا (المزمل ع ۱)

ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا جو تم پر گواہ ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا۔ (۷۳۔ ۱۵)

چنانچہ دنیا کی تاریخ میں سوائے حضرت محمد رسول اللہؐ کے کسی نبی نے حضرت موسیٰؑ جیسا نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ جیسے حضرت موسیٰؑ شریعت والے رسول تھے اسی طرح آنحضرتؐ

بھی۔ جیسے فرعون نے حضرت موسیٰؑ کی مخالفت کی۔ اسی طرح سے ابوجہل نے حضرت محمدؐ کی مخالفت کی۔ جیسے حضرت موسیٰؑ کے مخالفین غرق ہوئے ویسے ہی رسول اللہؐ کے مخالفین تباہ ہوئے۔

اور حضرت عیسیٰؑ کی یہ پیش گوئی "اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے" (یوحنا ۱۴۔ ۱۶) بھی اس آیت کی رُو سے پوری ہوگئی:

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُبِينٌ ۝ (الصف ع ۱)

اور ایک رسول کی خوشخبری دیتا ہوا جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہے۔ سو جب وہ ان کے پاس کھلی دلیلیں لے کر آیا تو انھوں نے کہا یہ صریح جادو ہے۔ (۶۱-۶)

چنانچہ رسول اللہؐ کی نبوت ابد تک رہے گی۔ یعنی ان کے بعد کوئی ایسی بات نہ ہوگی جس پر لوگوں کو ایمان لانا پڑے۔ یہ آیات اس پر گواہ ہیں:

تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۖ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ ۝ (الجاثیہ ع ۱)

یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم تجھ پر حق کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ پس اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے۔ (۴۵-۶)

فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ۝ (المرسلٰت ع ۲)

سو اس کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے۔ (۷۷۔ ۵۰)

صاف ظاہر ہے کہ جیسے آنحضرتؐ آخری نبی ہیں۔ اسی طرح سے قرآن مجید بھی جو آپؐ پر نازل ہوا آخری کتاب ہے۔ کیونکہ دونوں کا آپس میں نہایت گہرا تعلق ہے۔ اب قادیانیوں کا قرآن کریم کو تو آخری کتاب ماننا مگر رسول اللہؐ کو آخری نبی نہ ماننا کوئی عقلمندی نہیں۔ حالانکہ آنحضرتؐ کا اپنا ارشاد ہے کہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں

Marfat.com

علاوہ ازیں حضرت عیسیٰؑ کی یہ پیش گوئی "مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تم اُن کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا۔ لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہیگا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔" (یوحنا ۱۶۔ ۱۲، ۱۳) بھی آنحضرتؐ کے حق میں اس آیت کی رُو سے پوری ہو گئی۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم ۱)	اور نہ خواہش نفس سے بولتا ہے یہ صرف وحی ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے۔ (۵۳۔ ۳، ۴)

کیونکہ رسول اللہؐ جو وحی الٰہی سے سنتے تھے وہی لوگوں سے کہتے تھے اور آئندہ کی خبریں بھی دیتے تھے۔

(۲)۔ حضرت محمدؐ پر قرآن مجید بذریعہ وحی کے نازل کیا گیا تھا:

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۚ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۭ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۝ (النساء ع ۲۳)	یقیناً ہم نے تیری طرف وحی کی جیسے ہم نے نوح اور اس سے پچھلے نبیوں کی طرف وحی کی اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور (اس کی) اولاد اور عیسیٰؑ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی کی اور ہم نے داؤدؑ کو زبور دی اور (کچھ) رسول ہیں جن کا حال ہم تجھ سے پہلے بیان کر چکے ہیں اور (کچھ) رسول ہیں جن کا ذکر ہم نے تجھ سے نہیں کیا اور اللہ نے موسیٰؑ سے بہت باتیں کیں (۴۔ ۱۶۳)

قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَ بَیْنَکُمْ وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَکُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ ؕ[1]

(الانعام ع ۲)

کہہ کون سی چیز شہادت میں سب سے بڑی ہے کہہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے اور یہ قرآن میری طرف وحی کیا گیا ہے تاکہ میں تمہیں اس کے ساتھ ڈراؤں۔ اور اسے جس کو وہ پہنچے۔ (۶-۱۹)

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْکَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَ اِنْ کُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ۔

(یوسف ع ۱)

ہم اس قرآن کی تیری طرف وحی کرنے سے تجھے نہایت اچھا بیان سناتے ہیں اگرچہ تو اس سے پہلے بےخبروں میں سے تھا۔ (۱۲-۳)

---

[1]۔ بلاشبہ اہل اسلام کو قرآن حکیم کا وارث ٹھہرایا گیا ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مسلمان اس کی تعلیم پر عمل کریں اور اس کی اشاعت کریں یہ آیت اس پر شاہد ہے۔ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِکَ هُوَ الْفَضْلُ الْکَبِیْرُ ؕ (فاطر ع ۴)

پھر ہم نے کتاب کا وارث ان کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چنا۔ سو کوئی ان میں سے اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے اور کوئی ان میں سے میانہ رو ہے اور کوئی ان میں سے اللہ کے حکم سے نیکیوں میں سبقت کرنے والا ہے یہی بڑا فضل ہے (۳۵-۳۲)۔

اسی طرح سے بنی اسرائیل کو بھی حضرت موسیٰؑ کی کتاب کا وارث بنایا گیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْهُدٰی وَ اَوْرَثْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْکِتٰبَ ۙ (المومن ع ۶) اور ہم نے موسیٰ کو ہدایت دی اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا۔ (۴۰-۵۳) مگر افسوس تو صرف اس بات کا ہے کہ نہ تو بنی اسرائیل اپنی کتاب پر عمل کرتے ہیں اور نہ ہی اس کی اشاعت کرتے ہیں۔ اسی طرح اہل اسلام بھی نہ تو قرآن حمید کی تعلیم پر چلتے ہیں اور نہ ہی اس کی تبلیغ کرتے ہیں گویا قرآن مجید کو چھوڑ کر اپنے آپ کو اس آیت کا مصداق بناتے ہیں وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر ملاحظہ ہو)

Marfat.com

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (النحل ع ١٦)

پھر ہم نے تیری طرف وحی کی کہ ابراہیم راست رو کے دین پر چل اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھا (١٦-١١٣)

وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ۝ (فاطر ع ٤)

اور کتاب جو ہم نے تیری طرف وحی کی ہے وہ حق ہے اس کی تصدیق کرنے والی جو اس سے پہلے ہے یقیناً اللہ اپنے بندوں سے خبردار (اغنیں) دیکھنے والا ہے۔ (٣٥-٣١)۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝

(شوریٰ ع ١)

تیری طرف قرآن اور اسی طرح ہم نے عربی وحی کیا ہے تاکہ تو بستیوں کے مرکز کو ڈرائے اور ان (سب) کو جو اس کے اردگرد ہیں اور اس اکٹھا ہونے کے دن سے ڈرائے جس میں کوئی شک نہیں۔ ایک گروہ بہشت میں ہوگا اور ایک گروہ دوزخ میں۔ (٤٢-٧)

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِنَا ۭ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے حکم سے روح بھیجی۔ تو نہ جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ (یہ کہ اس پر) ایمان (کیا ہے) لیکن ہم نے اسے نور بنایا۔ اس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں۔ اور تو یقیناً سیدھے رستے کی طرف ہدایت

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (الفرقان ع ٣) اور رسول نے کہا اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑی ہوئی چیزوں کی طرح قرار دیا۔ (٢٥-٣٠)

Marfat.com

(شوریٰ ع ۵) کرتا ہے۔ (۴۲-۵۲)

(۳)۔ حضرت محمدؐ اپنے ہی جیسے لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے:۔

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝

جیسا کہ ہم نے تم میں تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں پڑھتا ہے اور تم کو پاک کرتا ہے اور تم کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور تم کو وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔ (۲-۱۵۱)

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (اٰل عمران ع ۱۷)

یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان کیا۔ جب ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اگرچہ وہ پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔ (۳-۱۶۳)

اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ۝ (یونس ع ۱)

کیا لوگوں کو تعجب ہے کہ ہم نے ان میں سے ایک مرد کی طرف وحی کی کہ لوگوں کو ڈرا اور انھیں خوشخبری دے جو ایمان لائے کہ اُن کے لیے ان کے رب کے ہاں راستی کا قدم ہے۔ کافروں نے کہا یہ تو صریح جادو ہے۔ (۱۰-۲)

صاف ظاہر ہے کہ حضرت محمدؐ اپنی ہی جنس کے لوگوں کی طرف رسول تھے۔ کیونکہ وہ انھی میں سے مبعوث کیے گئے تھے۔ جیسا کہ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ" "رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ اور رَجُلٍ مِّنْهُمْ کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے چنانچہ تمام انبیاء بشر ہی تھے اور بشر ہی بشر سے ہمدردی کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ نہ صرف بنی نوع انسان کے ہمدرد

بلکہ لوگوں کے لیے اُسوۂ حسنہ بھی تھے۔

علاوہ ازیں یہ نکتہ بھی قابلِ غور ہے کہ اگر رسول اللہؐ کا سایہ نہ تھا تو پھر دوسرے لوگوں کا بھی نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ تمام بشر ایک ہی مادہ سے پیدا کیے گئے ہیں۔ اسی طرح سے آنحضرتؐ کے ازواج مطہرات کا بھی سایہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ مرد اور عورت کو بھی ایک ہی جنس سے پیدا کیا گیا ہے۔ یہ آیات اس پر شاہد ہیں:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۔ (الروم ع ۳)

اور اس کے نشانوں میں سے ہے کہ تمہارے لیے تمہارے نفسوں سے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم ان سے تسکین پاؤ اور تمہارے درمیان محبت اور رحم پیدا کیا یقیناً اس میں ان لوگوں کے لیے نشان ہے جو فکر کرتے ہیں (۳۰-۲۱)

صاف ظاہر ہے کہ سایہ نہ رکھنے والا خاوند سایہ نہ رکھنے والی عورت کا جوڑا نہیں ہو سکتا کیونکہ مرد اور عورت کو برابر کے صفات والا جوڑا پیدا کیا گیا ہے۔

خَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا (النبا ع ۱) ہم نے تم کو جوڑے جوڑے پیدا کیا (۷۸-۸)

حقیقتاً بشر کا بھی سایہ ہوتا ہے، یہ آیات اس پر گواہ ہیں۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۔ (الرعد ع ۲)

اور جو کوئی آسمانوں اور زمینوں میں ہیں چار و ناچار اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور ان کے سائے بھی صبح و شام سجدہ کرتے ہیں (۱۳-۱۵)

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَاۗىِٕلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ۔ (النحل ع ۶)

کیا وہ ہر چیز کو نہیں دیکھتے جو اللہ نے پیدا کی ہے اس کے سائے بھی دائیں اور بائیں سے ڈھلتے ہیں اللہ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اور وہ عاجزی کرنے والے ہیں (۱۶-۴۸)۔

Marfat.com

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ	کیا تُو نے اپنے رب کے کام، پر غور نہیں کیا کہ
الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَاۤءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ	کس طرح سایہ کو لمبا کرتا ہے اور اگر چاہتا تو
جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ۙ ثُمَّ	اس کو ٹھہرا رکھتا پھر ہم نے سورج کو اس پر
قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ۝	دلیل ٹھہرایا ہے پھر ہم آہستہ آہستہ سمیٹتے
(الفرقان ع ۵)	ہوئے اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں (۲۵-۴۵)

اب رسول اللہؐ کے سائے کو نہ ماننا گویا ان تمام آیات کو جھٹلانا ہے کیونکہ اُن کے سائے کی نفی نہیں کی گئی۔

بلا شبہ لوگوں کے لیے وہی رسول اسوہ حسنہ کا کام دے سکتا ہے جو ان کا ہم جنس ہوتا کہ لوگوں کو اس کے پاس بیٹھنے، بات چیت کرنے زبان کو سمجھنے اور آپ کی صحبت اور مجلس سے فائدہ اٹھانے اور اس پر ایمان لانے میں آسانی ہو، اگر رسول اللہؐ کا سایہ نہ ہوتا تو پھر سایہ رکھنے والے لوگ آسانی سے یہ کہہ سکتے تھے کہ یہ بشر سے جداگانہ مخلوق ہے لہٰذا یہ ہمارے لیے کوئی نمونہ نہیں ہو سکتا۔ خدا جانے آنحضرتؐ کا سایہ نہ ہونے سے کون سی خوبی آپؐ میں پیدا ہو جاتی ہے جو غیر مسلم کے سامنے بھی پیش کی جا سکے اور ان کے اخلاق پر اچھا اثر ڈالے، مگر افسوس یہ نکتہ سایہ نہ ماننے والے مسلمانوں کی سمجھ میں ہرگز نہیں بیٹھتا۔

(۴) حضرت محمدؐ بشر رسول تھے۔

قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى	کہہ میں صرف تمہاری طرح بشر ہوں لیکن میری
اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ	طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی[۱]
كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۤءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا	معبود ہے۔ پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات
صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ	کی امید رکھتا ہے تو چاہیے کہ وہ اچھے عمل
اَحَدًا ۝ (الکہف ع ۱۲)	کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو

---

[۱] بلا شبہ آنحضرتؐ کی وحی میں توحید ہی توحید بھری ہوئی ہے اور شرک کی (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

شریک نہ کرے۔ (۱۸-۱۱۰)

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۙ (حٰمٓ السجدۃ ع ۱)

کہہ میں صرف تمہاری طرح ایک انسان ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے سو اُسی کی طرف سیدھی راہ پر لگے رہو اور اس کی حفاظت مانگو اور مشرکوں کے لیے افسوس ہے۔ (۴۱-۶)۔

نہ صرف اللہ تعالیٰ ہی آنحضرتؐ کی زبان مبارک سے بار بار یہ اعلان کراتا ہے "کہہ میں صرف تمہاری طرح بشر ہوں" بلکہ وہ خود بھی یہ اعلان کرتے ہیں "میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول"۔ اَنَا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ (بخاری، کتاب الانبیاء) بلاشبہ حضرت محمدؐ کے مقام کے متعلق اُن کا اپنا ہی یہ قول فیصلہ کن ہے:

اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۙ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ؕ (طارق ع ۱)

یہ یقیناً فیصلہ کی بات ہے اور یہ بیہودگی نہیں۔ (۸۶-۱۳،۱۴)

اب جو اہل اسلام اس فیصلہ کو نہ مانیں اور ان کا رتبہ بشر رسول سے بڑھ کر بڑھائیں وہ ذیل کی آیت پڑھ کر خود ہی اپنے ایمان کا اندازہ لگالیں۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۔ (النساء ع ۹)

سو نہیں تیرے رب کی قسم وہ ایمان نہیں لاتے۔ تاوقتیکہ رسول اللہؐ کے فیصلہ کو مان نہ لیں۔ (۴-۶۵)

(۵)۔ حضرت محمدؐ نہ تو عالم الغیب تھے نہ ہی فرشتہ اور نہ ہی نفع اور نقصان پہنچانے

(بقیہ حاشیہ) خوب تردید کی گئی ہے مگر افسوس اکثر اہل اسلام اس نکتہ کو نہیں سمجھتے بلکہ کھلے شرک کے مرتکب ہوتے ہیں حالانکہ مشرکوں کے لیے افسوس کیا گیا ہے۔ یقیناً مشرک وہ لوگ ہیں جو خدائی صفات نبیوں، رسولوں اور اولیا کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اپنی مشکلات میں انھیں پکارتے ہیں اور اُن سے اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں حالانکہ وہ بھی ان ہی جیسے کھاتے پیتے لوگ تھے جو خدا تعالیٰ کو ہی پکارا کرتے تھے۔

Marfat.com

کا اختیار رکھتے تھے۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ (الانعام ع ۵)

کہہ دے میں تم کو نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم کو کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ (۶-۵۰)

صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہؐ فرشتہ نہ تھے بلکہ بشر ہی تھے، کیونکہ وہ بشر سے جدا گانہ مخلوق نہ تھے۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (الاعراف ع ۲۳)

کہہ میں اپنی جان کے لیے نفع کا مالک نہیں اور نہ نقصان کا مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت بھلائی لے لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ میں صرف ڈرانے والا ہوں اور اُن لوگوں کو خوشخبری دینے والا ہوں جو ایمان لاتے ہیں۔ (۷-۱۸۸)

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ (یونس ع ۵)

کہہ میں اپنی جان کے لیے نفع اور نقصان کا مالک نہیں سوائے اس کے جو اللہ چاہے۔ (۱۰-۴۹)

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ (الاحقاف ع ۱)

کہہ میں کوئی نیا رسول نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور نہ (یہ کہ) تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔[۱] میں اسی پر چلتا ہوں جو میری طرف وحی ہوتی ہے اور میں صرف کھلا ڈرانے والا ہوں۔ (۴۶-۹)

---

[۱]۔ ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ کو ذاتی علم غیب نہ تھا بلکہ اتنا ہی علم تھا جتنا اللہ تعالیٰ ان پر ظاہر کر دیتا تھا۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے۔ وَلَا يُحِيْطُوْنَ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝ کہ میں تمہارے نفع اور ہدایت کا مالک نہیں ہوں۔

(الجن ع ۲) (۷۲-۲۱)

۵ از خدا خواہ آں چہ خواہی اے پسر — نیست در دست خلائق خیر و شر

اے عزیز جو مانگنا ہے خدا سے مانگ — خلقت کے ہاتھ میں نہ نیکی ہے نہ برائی

(۶)۔ حضرت محمد بطور بشیر اور نذیر کے ہی مبعوث کیے گئے تھے:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ۝ (البقرہ ع ۱۴)

ہم نے تجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور تجھ سے دوزخ والوں کے متعلق بازپرس نہ کی جائے گی (۲-۱۱۹)

وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝

اور ہم نے تجھے سب لوگوں (کی بھلائی) کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کافی گواہ ہے۔

(النساء ع ۱۱) (۴-۷۹)

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُـحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ

کہہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں وہ جس کے لیے آسمان اور زمین کی بادشاہت ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے سو اللہ پر ایمان لاؤ اور

(بقیہ حاشیہ) بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ (البقرہ ع ۳۴) اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز پر احاطہ نہیں کر سکتے سوائے اس کے جو وہ چاہے۔ (۲-۲۵۲)۔

سلہ۔ جناب رسالت مآب حضرت محمد مصطفٰے اس شہنشاہ کے رسول اور پیغمبر ہیں جس کی بادشاہت آسمان اور زمین کی ہے اور آپ نے اپنی زندگی بھر میں کبھی یہ نہیں فرمایا کہ میں انسان سے بڑھ کر فرشتہ ہوں۔ بلکہ یہی فرمایا کہ میں بشر رسول ہوں۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ جب کسی بادشاہ کا سفیر دوسرے ملکوں میں جاتا ہے تو کبھی بھی یہ نہیں کہتا کہ میں بادشاہ ہوں (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)۔

Marfat.com

رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ (الاعراف ع ۲۰)

اس کے رسول نبی اُمّی پر جو اللہ اور اس کے کلموں پر ایمان لاتا ہے اور اس کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ (۷-۱۵۸)

قُلْ اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ۚ (الحجر ع ۶)

اور کہہ میں کھلے طور پر ڈرانے والا ہوں۔ (۱۵-۸۹)

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۚ (الحج ع ۷)

کہہ اے لوگو! میں صرف تمہارے لیے کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ (۲۲-۴۹)

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝ (الفرقان ع ۵)

اور ہم نے تجھے صرف خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا (بنا کر) بھیجا ہے۔ کہہ میں تم سے اس پر کچھ اجر نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ جو چاہے اپنے آپ کی طرف رستہ اختیار کرے۔ (۲۵-۵۶، ۵۷)

وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ (النمل ع ۷)

اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں اور کہہ میں قرآن کی پیروی کروں۔ سو جو کوئی ہدایت اختیار کرتا ہے وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے ہدایت اختیار کرتا ہے اور جو کوئی گمراہ ہوتا ہے تو کہہ دے میں صرف ڈرانے والوں میں سے ہوں۔ (۲۷-۹۱-۹۲)

اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (یٰس ع ۱)

تو پیغمبروں میں سے ہے (سیدھے رستہ پر (ہے)۔ (۳۶-۳، ۴)

(بقیہ حاشیہ) جیسے ایلچی کو بادشاہ بنانا حماقت ہے اسی طرح سے رسول اللہ کو خدائی رتبہ دینا بھی جہالت ہے۔

إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا ۙ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ ۭ (الفتح ع ۸)

ہم نے تجھے گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کا ادب کرو۔ (۴۸-۸، ۹)۔

(۷)۔ حضرت محمد اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے اور روشنی دینے والے سورج تھے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا ۙ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۔ (الاحزاب ع ۶)

اے نبیؐ! ہم نے تجھے گواہ بنا کر بھیجا ہے اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور روشن کرنے والا سورج۔ (۳۳-۴۵)

جیسے سورج کی روشنی کے سامنے کسی اور کی روشنی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسی طرح سے رسول اللہؐ کی نبوت کے سامنے کسی اور نبی کی خواہ نیا ہو یا پرانا ضرورت نہیں۔ علاوہ ازیں جیسے سورج کی روشنی سے اندھیرا دور ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سے رسول اللہؐ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوگوں کو کفر اور شرک کی تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتے تھے۔ یہ آیات اس پر گواہ ہیں:

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ (ابراهيم ع ۱)

(یہ) کتاب (ہے) جو ہم نے تیری طرف اتاری تاکہ تو لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے اس کے رستہ کی طرف جو غالب تعریف کیا گیا ہے۔ (۱۴-۱)

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۙ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ (الطلاق ع ۲)

اللہ نے تمہاری طرف ذکر اتارا ہے (وہ) رسول (ہے) جو تم پر اللہ کی کھلی آیتیں پڑھتا ہے تاکہ انہیں جو ایمان لائیں اور اچھے عمل کرتے ہیں اندھیرے سے روشنی کی طرف نکالے۔ (۶۵-۱۱)

Marfat.com

یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ؐ کو نہ صرف سراجاً منیراً بلکہ نور بھی کہا گیا۔ جیسا کہ قرآن کریم کو بھی۔ ذیل کی آیات بھی اس پر شاہد ہیں:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا ۝ (النساء ع ۲۴)	اے لوگو! یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آچکی ہے۔ اور ہم نے تمہاری طرف واضح کر دینے والا نور نازل کیا ہے۔ (۴ - ۱۷۵)

حقیقتہً اس آیت میں "نور مبیناً" سے مراد قرآن کریم ہے اور برہان سے رسول اللہ کیونکہ وہ قرآن حکیم کی تعلیم کو اپنے عمل سے ایسا واضح کر دیتے ہیں جس طرح برہان دعویٰ کو واضح کر دیتی ہے:

فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ (الاعراف ع ۱۹)	سو جو لوگ اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کو مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اتارا گیا ہے وہی کامیاب ہوں گے۔ (۷ - ۱۵۷)
فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ (التغابن ع ۱)	سو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور نور (پر)، جو ہم نے اتارا اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو خبر دار ہے۔ (۶۴ - ۸)

ان آیات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم اور رسول کریم دونوں نور ہیں یہی وجہ ہے کہ دونوں پر ایمان لانا ضروری ٹھہرایا گیا کیونکہ دونوں ہی لوگوں کو سیدھی کی راہ دکھاتے ہیں۔

(۸)۔ حضرت محمدؐ دین حق اور ہدایت کے ساتھ بھیجے گئے تھے؛

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا	ہم نے تجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے خوشی

Marfat.com

وَّنَذِيْرًا وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ○ (البقرہ ع ۱۴)

دینے والا اور ڈرانے والا اور تجھ سے دوزخ والوں کے متعلق باز پرس نہ کی جائے گی۔ (۲-۱۱۹)

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّكُمْ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ○ (النساء ع ۲۳)

اے لوگو! رسول تمہارے رب کی طرف سے حق کے ساتھ تمہارے پاس آیا سو ایمان لاؤ، تمہارے لیے اچھا ہے اور اگر تم انکار کرو تو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ ہی کا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے (۴-۱۷۰)

هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○ (التوبہ ع)

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا۔ تاکہ اس کو کل دینوں پر غالب کرے گو مشرک برا ہی مانیں (۹-۳۳)

هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ○ (الفتح ع ۴)

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ گواہ بس ہے۔ (۴۸-۲۸)

بلاشبہ آنحضرتؐ کے مبعوث کیے جانے کی ایک غرض یہ بھی تھی کہ دین اسلام کو تمام دینوں پر غالب کر دیا جائے مگر افسوس اہل اسلام ابھی تک اپنے دین کو عیسائی مذہب پر بھی غالب نہ کر سکے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ قرآنی آیات کی غلط تاویلات کر کے عیسائیوں کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔ مثلاً عیسائی یہ کہتے ہیں کہ حضرت مریمؑ کو بغیر مرد کے روح القدس کی قدرت سے حمل ہوا۔ اسی طرح سے مسلمان بھی کہتے ہیں کہ حضرت مریمؑ کو بغیر مرد کے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے حمل ہوا، اب برادرانِ اسلام خود غور کر کے دیکھ لیں کہ کیا دین کو غالب کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ عیسائیوں کے باطل عقائد کو تقویت پہنچائی جائے جسے عیسائی ہرگز برا

Marfat.com

نہیں مناتے بلکہ خوش ہوتے ہیں۔ کیونکہ مسلمان یہ کہہ کر کہ حضرت مسیحؑ خدا کا معجزہ تھا عیسائیوں کے اس عقیدے "حضرت مسیحؑ خدا کا بیٹا تھا" تائید کر دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں جیسے عیسائی یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ آسمان پر اٹھائے گئے اور پھر واپس آئیں گے ویسے ہی مسلمان بھی۔ درحقیقت اسلام اُن مسلمانوں کے ہاتھوں میں پڑا ہوا ہے جو اسلام کو غالب کرنے کے نام سے ہی ناآشنا ہیں کیونکہ مخالف کے بالمقابل دلائل سے کام لینا نہیں جانتے۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائی ان پر غالب آجاتے ہیں۔

(۱۹)۔ حضرت محمدؐ وحی کے ساتھ زندہ لوگوں کو ڈرانے والے تھے:۔

قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۖ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ۔ (الانبیاء ع ۴)	کہہ میں تمہیں صرف وحی کے ساتھ ڈراتا ہوں اور بہرے پکار کو نہیں سنتے جب انھیں ڈرایا جائے (۲۱-۴۵)
وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ۔ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ۔ (فاطر ع ۳)	اور تو انھیں سنانے والا نہیں جو قبروں میں ہیں تو صرف ڈرانے والا ہے۔ (۳۵-۲۲ و ۲۳)
اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ۔ (النمل ع ۶)	ہاں تو مُردوں کو نہیں سنا سکتا اور نہ تو بہروں کو آواز سنا سکتا ہے۔ جب وہ پیٹھ پھیرے ہوئے واپس ہو جائیں۔ (۲۷-۸۰)

مذکورہ بالا آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ رسول اللہؐ کی بات سنتے نہیں تھے اور نہ پیغام الٰہی کی طرف کوئی توجہ دیتے تھے اور نہ ہی عقل اور دلائل سے کام لیتے تھے وہ نہ صرف بہرے بلکہ مردہ گویا قبروں میں تھے اور جو لوگ رسول اللہؐ کی بات سنتے تھے اور پیغام الٰہی کی طرف توجہ دیتے تھے اور عقل و دلائل سے کام لیتے تھے وہی زندہ تھے۔ یہ آیات اس پر گواہ ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا	اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ اور رسول

لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ (الانفال ع ۳)	کا حکم مانو جب وہ تم کو اُس کام کے لیے بُلاتا ہے جو تمہیں زندگی دیتا ہے اور جان لو کہ اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل (رہتا) ہے اور کہ تم اس کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے۔ (۸-۲۴)
اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (النمل ع ٦)	تو اسے صرف سناتا ہے جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتا ہے سو وہ فرمانبردار ہیں (۲۷-۸۰)
لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ۔ (الانفال ع ۵)	تاکہ جو ہلاک کرتا ہے وہ کھلی دلیل سے ہلاک ہو اور جو زندہ ہوتا ہے وہ کھلی دلیل سے زندہ رہے۔ (۸-۴۲)۔
اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ (الرعد ع ۳)	بھلا کیا وہ جانتا ہے کہ جو کچھ تیرے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے سچ ہے اس جیسا ہے جو اندھا ہے عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ (۱۳-۱۹)۔

چنانچہ ایسے ہی لوگوں کو ڈرانے کا حکم دیا گیا جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۙ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ (یٰس ع ۵)	یہ صرف نصیحت اور کھول کر بیان کرنے والا قرآن ہے تاکہ اُسے ڈرائے جو زندہ ہے اور کافروں پر حجت قائم ہو (۳۶-۶۹ و ۷۰)۔

صاف ظاہر ہے کہ جو شخص کچھ بھی عقل سے کام لیتا ہے وہ تو قرآن حکیم کی نصیحت سے فائدہ اٹھاتا اور جو اس کی تعلیم کے خلاف جاتا ہے وہی نقصان اٹھاتا ہے۔ مجھے

Marfat.com

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج کل عام طور پر مسلمان قرآن مجید کی نصیحت سے فائدہ نہیں اٹھاتے کیونکہ عقل اور دلائل سے کام نہیں لیتے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے کافروں پر بھی یہی حجت قائم کی تھی جو آج کل مسلمانوں پر بھی چسپاں ہو رہی ہے۔

(۱۰)۔ حضرت محمدؐ دنیا کے لیے رحمت تھے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (الانبیاء ع ۷)

اور ہم نے تجھے تمام قوموں کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔ (۲۱ - ۱۰۷)

حقیقتہً آنحضرتؐ دنیا بھر کے لیے رحمت ہی ہیں چنانچہ وہ لوگ بھی جو آپ پر ایمان تو لاتے نہیں مگر آپ کی تعلیم پر عمل کرتے ہیں خوب فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اہلِ یورپ کی ترقی اس پر گواہ ہے: بقولِ حالی ؎

عمل جن کا ہے اس کلامِ متین پر — وہ سرسبز ہیں آج روئے زمین پر

اس کا سبب یہ ہے کہ قرآن کریم دنیا بھر کے لیے نصیحت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ۝ (الانعام ع ۱۰)

وہ صرف جہانوں کے لیے نصیحت ہے (۶-۹۱)

صاف ظاہر ہے کہ جو نصیحت مانے گا وہی فائدہ اٹھائے گا۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے:

فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝ (الاعلیٰ ع ۱)

سو نصیحت کرتا رہ یقیناً نصیحت نفع دیتی ہے۔ (۸۷-۹)

(۱۱)۔ حضرت محمدؐ عالمگیر رسول تھے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (السباع ۳)

اور ہم نے تجھے تمام ہی لوگوں کے لیے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (۳۴-۲۸)

Marfat.com

یقیناً حضرت محمدؐ عالم گیر یعنی یونیورسل رسول ہیں کیونکہ وہ تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیے گئے تھے۔ یہ بھی ایک وجہ ہے کہ آپؐ آخری نبی ہیں کیونکہ آپؐ کے بعد قومی نبیوں کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا گیا۔ جس میں حکمت یہ ہے کہ قومی نبیوں کی ضرورت نہیں۔

(۱۲)۔ حضرت محمدؐ آخری نبی تھے۔

مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ	محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ
رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ	نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم
النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ	کرنے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا
عَلِيْمًا ۝ (الاحزاب ع ۵)	ہے۔ (۳۳-۴۰)

بلاشبہ آنحضرتؐ آخری نبی ہیں اور آخری نبی وہی ہوتا ہے جس کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہ رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" اس کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے مگر افسوس ایسی تعلیم کی موجودگی میں بھی مسلمانوں کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ تو یہ کہتا ہے کہ حضرت مسیحؑ بطور نبی کے دوبارہ آئیں گے گویا رسول اللہؐ کے بعد نبی کی ضرورت رہی۔ دوسرا گروہ اس کی تردید کرکے یہ کہتا ہے کہ وہ بطور مجدد کے آئیں گے۔ خدا جانے اُن کی نبوت کس قصور پر چھینی جائیگی۔ ہمارا ایمان تو یہ ہے کہ حضرت محمدؐ کے بعد نہ تو پرانے نبی اور نہ ہی نئے نبی کی ضرورت ہے جیسا کہ آپؐ کا ارشاد ہے۔ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

(۱۳)۔ حضرت محمدؐ لوگوں کے لیے نیک نمونہ تھے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ	یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ایک
اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا	نیک نمونہ ہے۔ اس کے لیے جو اللہ اور پچھلے
اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ	دن کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا
كَثِيْرًا ۝ (الاحزاب ع ۳۳)	ہے۔ (۳۳-۲۱)

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَ الْيَوْمَ الْآخِرَ ۚ وَمَن يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝ (الممتحنۃ ع ۱)	یقیناً تمہارے لیے ان میں اچھا نمونہ ہے۔ اس کے لیے جو اللہ (کے سامنے جانے) اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہے اور جو کوئی منہ پھیر لیتا ہے تو اللہ ہی بے نیاز تعریف کیا گیا ہے (۶-۶۰)

بلاشبہ آنحضرت ان لوگوں کے لیے اُسوۂ حسنہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتے ہیں اور آخرت کی اُمید رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ انسانوں کے لیے انسان ہی نمونہ ہو سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے خود رسول اللہؐ سے اعلان کرایا کہ میں فرشتہ نہیں ہوں بلکہ بشر ہوں، گویا بشر سے جداگانہ مخلوق نہیں ہوں۔

(۱۴)۔ حضرت محمدؐ بھلی باتوں کا حکم دینے اور بُری باتوں سے روکنے والے تھے۔

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ (الاعراف ع ۱۹)	وہ جو رسول نبی اُمّی کی پیروی کرتے ہیں جسے وہ اپنے پاس توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ اُن کو بھلی باتوں کا حکم دیتا اور اُن کو بُری باتوں سے روکتا اور ان کے لیے ستھری چیزیں حلال کرتا اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا اور اُن سے اُن کا بوجھ اُتارتا ہے اور وہ طوق بھی جو اُن پر تھے۔ سو جو لوگ اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اُس کو مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اُتارا گیا ہے تو وہ لوگ کامیاب ہیں۔ (۷ - ۱۵۷)

ف۔ بلاشبہ ان معنوں میں بھی آنحضرتؐ رحمۃ العالمین ہیں۔

Marfat.com

حقیقتاً آنحضرتؐ لوگوں کو اُن رسم و رواج سے جو ان کی ترقی میں سدِّراہ تھیں آزادی دلانے والے تھے اور قرآن کریم کی تعلیم پر چلنے کی ہدایت کرنے والے تھے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج کل بھی اکثر مسلمان اُن رسم و رواج پر عمل کرتے ہیں جو قرآنی تعلیم کے قطعاً خلاف ہیں یہی وجہ ہے کہ برادرانِ اسلام صدیوں سے تنزل کی طرف جا رہے ہیں۔

(۱۵)۔ حضرت محمدؐ بلند اخلاق والے ہادی تھے۔

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القلم ع۱) اور تو یقیناً بلند اخلاق رکھتا ہے۔ (۴۰۶۸)

بلاشبہ آنحضرتؐ نہایت ہی اعلیٰ اخلاق رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ کا خلق قرآن ہی تھا۔ یعنی جس قدر اعلیٰ درجہ کے اخلاق قرآن کریم میں بیان کیے گئے ہیں وہ سب آپ میں موجود تھے جیسا کہ آپؐ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔ میں اخلاق کریمانہ کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں۔

یہ آپؐ کے اخلاقِ فاضلہ کا ہی نتیجہ تھا کہ عرب نے آپؐ کے سامنے سر جھکا دیا۔ حضورؐ کے اخلاق میں سے جو چیز سب سے نمایاں نظر آتی ہے وہ آپؐ کا خُلقِ عظیم ہے۔ ایسا خلق آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ اکثر لوگ فقط زیارت و گفتگو سے اتنے متاثر ہوتے کہ فوراً ایمان لے آتے۔ صدق و صفا آپؐ کی فطرت کا خاصا تھا۔ امانت و دیانت میں وہ نام پیدا کیا کہ بچپن ہی سے صادق اور امین کا لقب پایا۔ یہ ایسی صفت تھی کہ خون کے پیاسے دشمن بھی اعتراف کرتے تھے۔ سخاوت اور تواضع میں ہمیشہ پیش پیش رہتے۔ مال و دولت کے جمع کرنے کا کبھی بھول کر بھی خیال میں نہ لاتے۔ فقراء اور مساکین کی دلجوئی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے۔ طبیعت میں حیاء کا مادہ بدرجہ اتم موجود تھا۔ مگر پھر بھی رعب و جلال کا یہ عالم کہ بڑے بڑے دل گردے والے آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہ کر سکتے تھے۔ غرضیکہ آپؐ کے ساتھ ملنے والوں کے بھی اخلاق بلند ہو گئے۔

Marfat.com

(۱۶)۔ حضرت محمدؐ بنی نوع انسان کے ہمدرد تھے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ (التوبہ ع ۱۶)

تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آیا ہے تمہارا تکلیف پانا اس پر شاق گذرتا ہے۔ وہ تمہارے لیے (بھلائی کا) خواہشمند ہے۔ مومنوں پر مہربان رحم کرنے والا ہے (۹۔۱۲۸)

چونکہ رسول اللہ بشر تھے۔ اس لیے رؤف ورحیم کے ساتھ ا۔ل کے حروف نہیں رکھے گئے۔ کیونکہ کوئی انسان اللہ تعالیٰ کے صفات میں اشتراک کامل نہیں رکھ سکتا اور اشتراک ناقص سب لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ کے لیے بھی رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح ع ۴) "آپس میں رحم کرنے والے" (۴۸۔۲۹) اب ان کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا کہ وہ خدا کی تمام صفات کے مظہر تھے اسی طرح سے "ولی" کا لفظ نہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے بلکہ رسول اللہؐ اور مؤمنوں کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے اور "رب" کا لفظ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے کئی بار استعمال کیا ہے اور حضرت یوسفؑ نے فرعون کے لیے بھی۔ حالانکہ وہ ہستی باری تعالیٰ کا بھی منکر تھا۔ حقیقتہً آنحضرتؐ عام طور پر تمام لوگوں کے ہمدرد تھے۔ اور ایمان داروں کے خاص طور پر۔ یہ آیات اس پر شاہد ہیں:

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ (الشعراء ع ۱۱)

اور اپنے بازو کو اس کے لیے جھکا جو مؤمنوں میں سے تیری پیروی کرتا ہے۔ سو اگر وہ تیری نافرمانی کریں تو کہہ دے میں اس سے بَری ہوں جو تم کرتے ہو۔ (۲۶۔۲۱۵۔۲۱۶)

(۱۷)۔ حضرت محمدؐ کے ذمے پیغام الٰہی کا پہنچا دینا اور سمجھا دینا تھا۔

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ

اے رسول! جو کچھ تیرے رب سے تیری طرف اتارا گیا پہنچا دے۔ اور اگر تو (ایسا) نہ

Marfat.com

فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (المائدہ ع ۱۰)

کرے تو تو نے اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور اللہ تجھے لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔ (۵-۶۷)

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ۝ (المائدہ ع ۱۳)

پیغمبر پر سوائے پہنچا دینے کے کچھ نہیں اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔ (۵-۹۹)

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (ابراھیم ع ۱)

اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اپنی قوم کی زبان میں۔ تاکہ انہیں کھول کر بتا دے پھر اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ رہنے دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔ (۱۴-۴)

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۔ (ابراھیم ع ۷)

یہ لوگوں کو کھول کر پہنچا دینا ہے تاکہ وہ اس کے ذریعہ سے ڈرائے جائیں اور تاکہ وہ جان لیں کہ وہ صرف ایک ہی معبود ہے اور تاکہ خالص عقل والے نصیحت حاصل کرے (۱۴-۵۲)

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ (النحل ع ۶)

اور ہم نے تیری طرف ذکر بھیجا ہے تاکہ تو لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر دے جو ان کی طرف اتارا گیا تاکہ وہ فکر سے کام لیں۔ (۱۶-۴۴)

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (الحجر ع ۶)

سو کھول کر کہہ دے جو تجھے حکم دیا جاتا ہے، اور مشرکوں کا خیال نہ کر۔ (۱۵-۹۴)

اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ

ہاں اللہ کی طرف سے (احکام کا) پہنچا دینا اور

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۝ (الجن ع ۲)

اس کے پیغام ہیں اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے اس کے لیے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ (۷۲ - ۲۳)

(۱۸)۔ حضرت محمدؐ خود بھی قرآنی تعلیم پر چلنے کے پابند تھے۔

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ۔ (الانعام ع ۱۳)

اس کی پیروی کرتا رہ جو تیری طرف تیرے رب سے وحی کی گئی ہے۔ (۶ - ۱۰۶)

وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ۔ (یونس ع ۱۱)

اس کی پیروی کر جو تیری طرف وحی کی جاتی ہے (۱۰ - ۱۰۹)

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ (هود ع ۱۰)

سو سیدھی راہ پر چلتا رہ جیسا تجھے حکم دیا گیا ہے اور وہ بھی جو توبہ کرکے تیرے ساتھ ہوا اور حد سے نہ بڑھو جو کچھ تم کرتے ہو وہ اسے دیکھ رہا ہے۔ (۱۱ - ۱۱۲)

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۝ (الشوریٰ ع ۲)

سو تو اسی طرف کی طرف بلا اور سیدھی راہ پر چلتا رہ جیسا تجھے حکم دیا گیا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کر اور کہہ میں اس پر ایمان لایا جو اللہ نے کتاب اتاری ہے۔ (۴۲ - ۱۵)

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (الزخرف ع ۴)

سو اسے مضبوط پکڑے رہ جو تیری طرف وحی کی گئی ہے۔ بے شک تو سیدھے رستے پر ہے۔ (۴۳ - ۴۳)

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ

پھر ہم نے تجھے اس معاملہ میں ایک کھلے رستے

Marfat.com

مِنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (الجاثیۃ ع ۲)

پر لگا دیا سو اس کی پیروی کر اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کر جو علم نہیں رکھتے ۔ (۴۵-۱۸)

جیسے آنحضرتؐ کو وحی الٰہی پر کاربند ہونے کا حکم دیا گیا تھا اسی طرح سے اہل اسلام کو بھی۔

یہ آیت اس پر شاہد ہے[۱]:

وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ (الاعراف ع ۱)

اس کی پیروی کرو جو تمہارے رب سے تمہاری طرف اتارا گیا اور اس کو چھوڑ کر اور دوستوں کی پیروی نہ کرو بہت ہی کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔ (۷-۳)

(۱۹)۔ حضرت محمدؐ کو بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ (ھود ع ۱۰)

سو اس کی عبادت[۲] کر اور اس پر بھروسہ کر اور تیرا رب اس سے بے خبر نہیں جو تم کرتے ہو (۱۱-۱۲۳)

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝ (الحجر ع ۱۶)

سو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتا رہ اور سجدہ کرنے والوں میں رہ اور اپنے رب کی عبادت کرتا رہ۔ یہاں تک کہ تجھ پر موت آ جائے۔ (۱۵-۹۸-۹۹)

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ؕ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ۝ (مریم ع ۴)

آسمانوں اور زمین کا رب اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سو اس کی عبادت کر اور اسی کی عبادت پر مضبوط رہ۔ کیا تو اس جیسا کوئی اور جانتا ہے؟ (۱۹-۶۵)

---

[۱] اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ

[۲] جو عالم الغیب ہے۔

ایسے لاثانی خدا کو چھوڑ کر اپنے جیسے کھاتے پیتے اور ہگتے، موتتے انسانوں کو خدا بنانا اور انھیں مشکلات میں پکارنا اور ان سے اپنی حاجتیں طلب کرنا سراسر بدبختی کا نشان ہے۔

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ ۝ أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ۚ

(الزمر ع ۱)

ہم نے تیری طرف کتاب حق کے ساتھ اتاری ہے سو اللہ کی ایسی عبادت کر کہ فرمانبرداری صرف اسی کی ہو۔ سنو خالص فرمانبرداری اللہ کے لیے ہی ہے۔ (۳۹-۲،۳)

قُلْ أَفَغَيْرَ اللَّهِ تَأْمُرُونِّي أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجَٰهِلُونَ ۝ وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَٰسِرِينَ ۝ بَلِ اللَّهَ فَاعْبُدْ وَكُن مِّنَ الشَّٰكِرِينَ ۝

(الزمر ع ۷)

کہہ اے جاہلو! کیا تم مجھے کہتے ہو کہ میں اللہ کے غیر کی عبادت کروں اور تیری طرف وحی کی گئی ہے اور ان کی طرف جو تجھ سے پہلے تھے اگر تو شرک کرے تو تیرا عمل ضرور برباد ہو جائیگا اور تو نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا بلکہ اللہ کی ہی عبادت کر اور شکر کرنے والوں میں سے ہو۔ (۳۹-۶۴و۶۵-۶۶)

بلاشبہ شرک ایک ایسا ظلم ہے جس سے اعمال حسنہ بھی برباد ہو جاتے ہیں

قُلْ لَّا أَتَّبِعُ أَهْوَاءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ۝

(الانعام ع ۷)

کہہ میں تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کرو اس صورت میں گمراہ ہوں گا اور ہدایت پا والوں میں سے نہ ہوں گا۔ (۶-۵۶)

قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَمَّا جَاءَنِيَ الْبَيِّنَٰتُ مِن رَّبِّي وَأُمِرْتُ أَنْ أُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَٰلَمِينَ ۝

کہہ مجھے روکا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جنھیں تم اللہ کے سوائے پکارتے جب میرے پاس میرے رب کی طرف سے کھلے دلائل آ گئے ہیں اور مجھے حکم دیا گیا ہے

Marfat.com

(المؤمن ع۷) کروں جہانوں کے رب کی فرمانبرداری کروں۔

(۴۰ - ۶۶)

صاف ظاہر ہے کہ حضرت محمد کو بھی اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے سے روک دیا گیا تھا۔

(۲۰)۔ حضرت محمد کو بھی اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانے اور دوسروں کو پکارنے کی ممانعت کی گئی تھی؛

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور اللہ کے سوا اُسے نہ پکار جو نہ تجھے نفع دیتا ہے اور نہ تجھے نقصان دیتا ہے اور اگر (ایسا) کیا تو تو بھی اس وقت ظالموں میں سے ہوگا۔

(یونس ع۱۱) (۱۰ - ۱۰۶)

جب آنحضرتؐ خود ایسے لوگوں کو جو نفع اور نقصان دینے کا کوئی اختیار نہیں رکھتے پکارنے کی وجہ سے ظالم ہو سکتے ہیں تو پھر ایماندار لوگ مراد اولیاء کو جو نفع اور نقصان کے مالک ہی نہیں پکارنے کی وجہ سے کیونکر ظالم ہو سکتے؟ آخر کچھ تو عقل اور فکر سے کام لینا چاہیے

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۝

اللہ کے ساتھ دوسرا معبود نہ بنا ورنہ تو برے حال میں بے کس ہو کر بیٹھ جائے گا (۱۷-۲۲)

(بنی اسرائیل ع۲)

وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل ع۴)

اور اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ ٹھہرا ورنہ تو ملامت کیا گیا دھتکارا ہوا جہنم میں ڈالا جائے گا۔ (۱۷ - ۳۹)

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ

۔ سو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو نہ پکار

لہ۔ حالانکہ انسان مرنے کے بعد بھی عالم الغیب نہیں بن جاتا۔

Marfat.com

فَتَكُونَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ۝ (الشعراء ع ۱۱)

ورنہ تو عذاب پانے والوں میں سے ہوگا۔ (۲۶-۲۱۳)

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ۔ (القصص ع ۹)

اور اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو نہ پکار۔ (۲۸-۸۸)

اب نہ فنا ہونے والی ہستی کو چھوڑ کر فنا شدہ لوگوں کو اپنی مشکلات میں پکارنا کون سی عقلمندی ہے۔ جب آنحضرتؐ خود دوسرے لوگوں کو پکارنے سے روکے گئے تھے تو پھر اب اکثر امتیوں کا اپنی مشکلات میں مُردہ پیروں اور ولیوں کو پکارنا گویا رسول اللہؐ کی سنت سے منہ پھیرنا ہے حالانکہ اہلِ اسلام کو بھی اللہ تعالیٰ کے سوائے دوسروں کو پکارنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝ (الجن ع ۱۱)

اور مسجدیں اللہ کے لیے ہیں سو اللہ کے ساتھ اور کسی کو نہ پکارو۔ (۱۸-۷۲)

باوجود ایسی ممانعت کے پھر بھی اکثر مسلمانوں کی یہ ذہنیت ہے کہ نماز میں تو اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ پڑھتے ہیں مگر اس کے بعد مساجد میں ہی "یا شیخ عبد القادر شَيْئًا لِلّٰهِ۔ کے نعرے لگانے شروع کر دیتے ہیں گویا خدا کو بھی مان لیا اور شرک بھی کر دیا۔ "رند کے رند رہے جنت ہاتھ سے نہ گئی"۔ حقیقتہً ایسے مسلمان اپنے آپ کو ان آیات کا مصداق بناتے ہیں:

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۝ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ (یوسف ع ۱۲)

اور ان میں سے اکثر اللہ پر ایمان نہیں لاتے مگر وہ شرک بھی کرتے ہیں تو کیا وہ اس بات سے نڈر ہو گئے ہیں کہ ان پر اللہ کے عذاب کی بھاری مصیبت آپڑے یا ناگہاں ان پر وہ گھڑی آجائے اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔ (۱۲-۱۰۶، ۱۰۷)

Marfat.com

(۲۱)۔ حضرت محمدؐ کو بھی نماز قائم رکھنے کا حکم دیا گیا تھا

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ (هود ع ۱۰)

اور دن کی دو طرفوں میں اور پہلی رات نماز کو قائم رکھو۔ (۱۱-۱۱۴)

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝ (بنی اسرائیل ع ۹)

سورج کے ڈھلنے سے (شروع کر کے) رات کے اندھیرے تک نماز کو قائم رکھ اور صبح کے قرآن کو (بھی) صبح کے قرآن میں حضور ہوتا ہے۔ (۱۷-۷۸)

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَا ؕ لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ (طٰهٰ ع ۸)

اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور خود اس پر قائم رہ۔ ہم تجھ سے رزق نہیں مانگتے۔ ہم تجھے رزق دیتے ہیں۔ (۲۰-۱۳۲)

بلاشبہ رزق دینے والا اللہ تعالیٰ ہی قابلِ پرستش ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ اسلام کی نماز ان الفاظ "سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے" سے شروع ہوتی ہے جس سے مسلمانوں کو یہ سکھلایا گیا ہے کہ اپنے پروردگار کی عبادت کریں اور اسی سے مدد مانگیں۔ کیونکہ وہ ہماری حاجتوں کا جاننے والا ہے۔ افسوس! مشرک عقل سے اتنا کورا ہوتا ہے کہ رزق تو خدا تعالیٰ کا ہی دیا ہوا کھاتا پیتا ہے مگر اس کا شریک ٹھہرا کر اپنے جیسے کھاتے پیتے، ہگتے موتتے مردہ نبیوں اور ولیوں سے نہ صرف دعائیں مانگتا ہے بلکہ اپنی حاجتیں بھی طلب کرتا ہے اور انھیں اپنی مشکلات میں بھی پکارتا ہے جو نہ صرف سراسر شرک ہے بلکہ ایک کھلی ناشکری کا اعلان ہے جو ایک دن ایسے لوگوں کو دوزخ میں لے جائے گا۔ کیونکہ مشرکوں پر جنت حرام ہے جس میں یہ نکتہ رکھا گیا ہے کہ مشرک اس ہستی کی بنائی ہوئی جنت میں جائے جسے وہ خدا کا شریک ٹھہراتا ہے اور اس سے دعائیں مانگتا ہے حالانکہ وہ رزق دینے کا کوئی اختیار ہی نہیں رکھتے۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے:

Marfat.com

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ (النحل ع ۱۰)

اور اللہ کے سوائے ان کی عبادت کرتے ہیں جو انھیں آسمانوں اور زمین سے رزق دینے کا کوئی اختیار نہیں رکھتے اور نہ ہی کچھ طاقت رکھتے ہیں۔ (۱۶-۷۳)

(۲۲) حضرت محمدؐ کو بھی دل میں ذکر الٰہی کرنے کی ہدایت کی گئی تھی:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ (الاعراف ع ۱۴)

اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرتا رہ عاجزی سے اور ڈرتے ہوئے اور ایسی آواز میں جو بہت بلند نہ ہو صبح و شام کے وقتوں میں اور غافلوں میں سے مت ہو۔ (۷-۲۰۵)

بلاشبہ آنحضرتؐ نہ صرف خود اللہ تعالیٰ کا ذکر دل میں اور نرم آواز سے کرتے تھے بلکہ دوسروں کو بھی ایسا ہی کرنے کی ہدایت فرماتے تھے۔ یہ احادیث اس پر شاہد ہیں:

فَجَعَلَ النَّاسُ يَجْهَرُوْنَ بِالتَّكْبِيْرِ فَقَالَ النَّبِيُّؐ اِرْبَعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا اِنَّكُمْ تَدْعُوْنَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا وَهُوَ مَعَكُمْ وَالَّذِيْ تَدْعُوْنَهٗ اَقْرَبُ اِلٰى اَحَدِكُمْ مِّنْ عُنُقِ رَاحِلَتِهٖ۔

(متفق علیہ)

لوگ اونچی آواز سے تکبیر پڑھ رہے تھے رسول اللہؐ ادھر سے گذرے سنا اور فرمایا آہستہ بولو کیونکہ تم کسی بہرے اور غیر حاضر شخص کو نہیں پکار رہے ہو تم تو اس کو پکار رہے ہو جو سنتا ہے اور دیکھتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے اور تم سے تمہاری سواری کے اونٹ کی گردن سے بھی زیادہ نزدیک ہے۔

(مسلم و بخاری)

رسول اللہؐ مسجد میں معتکف تھے۔ آپؐ نے سنا لوگ اونچی آواز سے قرآن پڑھ رہے ہیں۔ آپؐ نے پردہ اٹھایا اور فرمایا دیکھو تم سب خدا کی درگاہ میں دعا کرتے ہو لیس

Marfat.com

پس ایک دوسرے کو ایذا نہ دیا کرو اور نہ نماز پڑھنے میں ایک دوسرے کی نسبت بلند آواز میں بولا کرو۔ (ابو داؤد) مگر افسوس اکثر نمازی مسجدوں میں اتنی بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں کہ وہاں بیٹھنا بھی مشکل ہو جاتا ہے

(۲۳)۔ حضرت محمدؐ کو میانہ روی سے خرچ کرنے کی تعلیم دی گئی تھی :

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ
عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ
فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ٥
(بنی اسرائیل ع ۳)

اور اپنے ہاتھ کو اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھو اور نہ اُسے حد سے زیادہ کھول دو ورنہ تو ملامت کیا ہوا درماندہ ہو کر بیٹھ رہے گا۔ (۱۷-۲۹)

حقیقتہً میانہ روی سے خرچ کرنا مومنوں کی صفت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا
وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ
قَوَامًا ٥
(الفرقان ع ۶)

اور وہ جو جب خرچ کرتے ہیں نہ بیجا خرچ کرتے ہیں اور نہ (موقع پر) تنگی کرتے ہیں۔ اور (ان کا خرچ) ان (دو حالتوں) کے درمیان اعتدال پر رہے۔ (۲۵-۶۷)

(۲۴)۔ حضرت محمدؐ کو سادہ زندگی بسر کرنے کی ہدایت کی گئی تھی:

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا
مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا
تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ ٥ (الحجر ع ۶)

تو اپنی آنکھوں کو اس طرف نہ لگا جو ہم نے ان میں سے کئی قسم کے لوگوں کو چند روزہ سامان دیا ہے اور ان کے لیے غم نہ کھا۔ (۱۵-۸۸)

وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ
زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ
مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَ

اور اپنی نگاہیں اُن[1] سے ہٹا کر (اور طرف) نہ دوڑا رکھ کہ تو دنیا کی زندگی کی آرائش کا ارادہ کرے اور اس کی بات نہ مان جس کا دل ہم نے اپنے

[1]۔ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں (اور) اُسی کی رضا چاہتے ہیں۔ (۱۸-۲۸)

Marfat.com

وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ○ (الکھف ع ۴) | ذکر سے غافل رکھا ہے اور وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گذرا ہوا ہے۔ (۱۸ - ۲۸)

بلاشبہ ایک نبی کو عام لوگوں سے بالکل ممتاز ہونا چاہیے، لیکن وہ امتیاز مال و دولت، سلطنت و حکومت، شان و شوکت، جاہ و حشمت اور دنیا کی زیب و زینت، آرام و آسائش اور عیش و عشرت میں نہیں بلکہ اعلیٰ اخلاق، بہترین ملکات، خدا ترسی، حق پرستی، درد مندی، خلائق، تقویٰ اور ذکرِ الٰہی کے کرنے اور لوگوں سے حُسنِ سلوک سے پیش آنے، وحیِ رسالت کے پانے، آیات و نشانات کے دکھانے احکامِ الٰہی پر چلنے اور پیغامِ حق کو پہنچانے سے اُن کو امتیاز حاصل ہوتا ہے جس میں یہ نکتہ رکھا گیا ہے کہ نبی دین کے کاموں میں چستی سے حصہ لیتا ہے۔ چونکہ آنحضرتؐ کی ازواجِ مطہرات بھی دین کے کاموں میں معاون اور مددگار تھیں۔ لہٰذا انھیں بھی سادہ زندگی بسر کرنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ یہ آیت اس پر گواہ ہے:۔

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ○ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ (الاحزاب ع ۴)

اے نبیؐ! اپنی بیویوں سے کہہ دے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں سامان دوں اور تمہیں اچھی طرح سے رخصت کر دیں۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کو اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو۔ تو اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کیا ہے۔ (۳۳ - ۲۸ و ۲۹)

(۲۵)۔ حضرت محمدؐ کو لوگوں کا مطاع بنا کر بھیجا گیا تھا:۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ

کہہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو کہ اللہ تم سے محبت کرے اور تمہیں

Marfat.com

ذُنُوبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (اٰل عمران ع ۴)

تمہارے گناہ بخش دے اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے، کہہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر وہ پھر جائیں تو اللہ انکار کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ (۳ - ۳۰، ۳۱)

حقیقتہً رسول اللہؐ کی اطاعت سے نہ صرف ایک شخص اللہ تعالیٰ کا محبوب بن سکتا ہے۔ بلکہ اس کے گناہ بھی بخشے جا سکتے ہیں گویا اطاعت ہی شفاعت ہے۔ مگر آج کل کے اکثر مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ زبانی تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کا بہت اظہار کرتے ہیں اور اُن کی تعریف میں نعتیں بھی خوب پڑھتے ہیں مگر اُن کی اطاعت اور فرمانبرداری سے منہ پھیرتے ہیں۔ حالانکہ محبت کا اظہار صرف اسی سے ہو سکتا اگر یہ نہیں تو پھر کچھ بھی نہیں۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ (اٰل عمران ع ۱۴)

اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (۳ - ۱۳۱)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ (النساء ع ۸)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے میں سے صاحبانِ امر کی اطاعت کرو پھر اگر کسی چیز میں باہم جھگڑا کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لے جاؤ۔ اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہو یہ بہتر اور انجام کار اچھا ہے۔

اس آیت سے بھی صاف ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ آخری نبی ہیں کیونکہ اُن کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں جس کی طرف مسلمان اپنے جھگڑوں کو لے جائیں اور فیصلہ کرائیں۔

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ (النسآء ع ۹)

اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے۔ (۴ - ۶۴)

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۝

جو شخص رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ یقیناً اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور جو پھر جائے تو ہم نے تجھے ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔

(النسآء ع ۱۱) (۴-۸۰)

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝

اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس کے لیے حق کھل چکا اور مومنوں کے رستے کے سوائے اور رستہ کی پیروی کرے ہم اسے پھیر دیں گے جدھر وہ پھرتا ہے اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے۔

(النسآء ع ۱۷) (۴-۱۱۵)

حقیقتہً اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنا ہی مومنوں کا طریقہ ہے۔ یہ آیت اس پر شاہد ہے:۔

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

مومنوں کا جواب جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے یہی ہوتا ہے کہ کہیں ہم نے سن لیا اور ہم فرمانبرداری کرتے ہیں اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

(النور ع ۷) (۲۴-۵۱)

تمت بالخیر

Marfat.com

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

فی

قرآنِ عظیم

مرتبہ: پیرزادہ شمس الدّین

الفیصل
ناشران و تاجرانِ کتب
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

Marfat.com